

ماہنامہ حیات

بنارس

شمارہ ۱۱	ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ	دسمبر ۲۰۰۹ء	جلد ۲۷
----------	---------------	-------------	--------

مدیر	اس شمارہ میں
عبدالوہاب حجازی	۱- درس قرآن
پتہ	۲- درس حدیث
دارالتالیف والترجمہ	۳- افتتاحیہ
بی ۱۸/ جی، ریوڑی تالاب	۴- ٹھنڈی تھی جس کی چھاؤں.....
وارانسی - ۲۲۱۰۱۰	۵- اختتام سال رواں اور محاسبہ نفس
بدل اشتراک	۶- نفل روزے کی اہمیت اور.....
سالانہ ۱۲۰/ روپے	۷- کامیابی- اتباع سلف میں ہے
فی پرچہ ۱۲/ روپے	۸- ارتداد کا فتنہ
○	۹- اسلام اور رشتہ مصاہرت
اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب	۱۰- سرزمینِ دوآبہ میں وہابی تحریک.....
ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم	۱۱- استاذ محترم علیہ رحمۃ اللہ
ہو چکی ہے۔	۱۲- تعداد از دواج اور اسلام
	۱۳- ملک عبدالعزیز لاہری.....
	۱۴- اخبار جامعہ
	۱۵- باب الفتاویٰ

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

دین اسلام اور اس کے احکامات میں شک کی گنجائش نہیں

عبداللہ سعود بن عبدالوہید

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَا أَعْبُدُ إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَلِكِنَّ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (یونس: ۱۰۴)

(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں شک میں مبتلا ہو تو (سن لو) میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو، بلکہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تم کو موت دیتا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں رہوں۔

اس آیت کے اولین مخاطب اہل مکہ تھے مگر یہ تمام بنی نوع انسان سے عام خطاب ہے، موضوع یہ ہے کہ آیا یہ اسلام سچا دین ہے یا اسلام کے علاوہ دیگر دیاں جس کے ماننے والے اللہ کے علاوہ دوسرے کی عبادت کرتے ہیں، کفار مکہ بہت سے بتوں کی پوجا کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت پرانے زمانے سے ہیں، ان میں کچھ بزرگ اور نیک لوگوں کی طرف بھی منسوب تھے، کفار اپنی حاجت روائی کے لئے ان کو پکارتے، ان کے لئے نذر مانے ان پر چڑھاوا چڑھاتے اور بہت سے کام کرتے تھے، اور اسی کو صحیح سمجھتے تھے، اسلام نے یہ نظریہ پیش کیا کہ حاجت روائی اور مشکل کشائی یعنی انسان کی مراد پوری کرنے والا اور مصیبت دور کرنے والا صرف ایک ہی اللہ کی ذات ہے، اس کے علاوہ کوئی ہستی نہیں جو ان کاموں کو انجام دے تو پھر اللہ کے علاوہ دوسرے کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اگر کوئی انسان اللہ کے علاوہ کسی کو پوجتا ہے یا اللہ کے لئے کسی کو پوجتا ہے تو یہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جرم ہے جس کی سزا جہنم کی آگ ہے۔

اس آیت میں اللہ کے رسول سے یہ کہلوا لیا گیا ہے کہ میں صرف اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تم کفار مکہ کو (یا جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ان کو بھی) وفات دیتا ہے، یعنی اللہ کے نہ ماننے والوں نے اللہ کے علاوہ جن کو اپنا معبود سمجھ رکھا ہے وہ معبود اور بزرگ ہستیاں کسی چیز پر بھی قادر نہیں ہیں، نہ نفع پہنچانے کے اور نہ نقصان پہنچانے کے اور نہ ہی کسی چیز پر ان کا اختیار ہے، اختیار اور قدرت تو بس اللہ کے پاس ہے، جو تم کو موت دے دیتا ہے۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ہر جاندار کو دو چار ہونا ہے اور جو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، اس جگہ سب مجبور ہیں، پھر اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو پکارنا اور اس کی عبادت کرنا کیوں؟ اور آپ سے یہ بھی کہلوا لیا گیا کہ مجھے اللہ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ اس دین اسلام پر میں پورا یقین رکھوں۔

دین اسلام میں جو بھی احکام اور ہدایتیں ہیں ایک سچے مسلمان کو پورے اعتماد کے ساتھ تسلیم کرنا چاہئے، اسلام میں کسی طرح کے شک و تذبذب کی گنجائش نہیں رکھی گئی کہ شکوک میں مبتلا ہو، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مہینہ کے نئے چاند کے مسئلہ میں شک والے دن روزہ رکھے، یعنی چاند ہونے کا یقین نہیں ہے، صرف اس شک پر کہ ہو سکتا ہے کہ چاند ہو جائے اور روزہ رکھ لے تو اس کے بارے میں اللہ کے رسول محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ ایسا روزہ رکھنے والے نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (بخاری) ابوالقاسم آپ کی کنیت تھی، جب کسی بات پر زور دینا ہوتا تو آپ اپنی کنیت سے اظہار کرتے تھے۔

اس لئے اسلام سچا اور اللہ کا اتارا ہوا دین ہے اور اس کی حفاظت وہ خود کر رہا ہے، ایک مسلمان کو پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ مکمل مسلمان بن کر رہنا چاہئے، اسلام قول و عمل یعنی اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا نام ہے، یہی ہم سے مطالبہ ہے۔ ☆☆

ءرس ءءءء: ۱۳۰

جانکنی کے عالم میں بھی خوف ورجاء

ءءرءر: مولا نا عبءء السلام مءءى / اسءنا ءءامعه سلفىه، ثنارس

عن أنس، قال: دخل النبي ﷺ على شاب وهو في الموت، فقال: كيف تجدك؟ قال: أرجو الله، يا رسول الله! وإني أخاف ذنوبي. فقال رسول الله ﷺ: لا يجتمعان في قلب عبد في مثل هذا الموطن، إلا أعطاه الله ما يرجو، وآمنه مما يخاف. رواه الترمذي، وابن ماجه. (مشكاة ج ۱، ص ۱۴۰)

قال في المراجعة: وقال المنذري: إسناده حسن. (مرعاة ج ۵، ص ۳۰۴)

ءرءمه: ءءرت انسؑ سے رواءء ہے کہ نبى ءرءم ﷺ اءك نوجوان کے پاس ءءرف لے گئے، وہ جانكنى کے عالم میں ءھے، آپ نے اسءفسار فرمایا: ءم اپنے آپ كو كىسا پاءے هو؟ انہوں نے جواب ءىا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ كى رحءء كى امءء كرتا هوں، اور اپنى معصىء سے خوف بھی كھاءا هوں، آپ ﷺ نے ارشاء فرمایا: اس جىسے ءءء میں كسى بھی انسان کے قلب ءضمىر میں خوف ورجاء ءوئوں اءك ساءھ نہیں پاءے جاءے ہیں، مكر اللہ پاك امءء كو برلااءا ہے اور خوف سے اسن نصىب فرماءا ہے۔ (ءرءمى ءابن ماجه، ءءءء ءسن)

ءشرىء: خوف ورجاء سے مرءء یہ ہے کہ بنءه رب كى نافرمانى اور اپنے گناه و معصىء سے همىشه ءرءا ربه، اور اس كى بے پایاں رحءء و شفءء سے عفو و ءرءر كى امءء ركھے، ءءءء پاك سے ءابء هوئا ہے کہ ہر فرد بشر پر لازم ہے کہ اپنى زءءگى امءء ءبم كى ءاءء میں بسر كرے، اور جانكنى کے عالم میں بھی اسى اءعان و لىقءن پر قائم ربهءا کہ رحءء الہى اور اس کے رضوان كا مسءءءق هو اور عذاب جہنم سے نءاء پاءے۔ نیز ءءءء مءكور سے عىاءء مرىض کے لئے جانا، اور اس كى ءاءء و كىفءء ءرىاءء كرنے كا بھی ءبوء هوئا ہے۔

اسى مفهوءم كى اءك مرفوع رواءء ءءرت ءابرؑ سے آءى ہے: قال: سمءء رسول الله ﷺ قبل موءءه بءلاءءه أىام بقول: لا ىموءن أحدكم إلا وهو ىحسن الظن بالله. رواه مسلم. (مشكاة مع المراجعة ج ۵، ص ۲۹۶)

لءنى رسول الله ﷺ نے اپنے انءقال سے ءءن روز پءشءر ارشاء فرمایا کہ ءم میں سے كوئى ہرگز نہ مرے مكر وہ رب العالمىن سے (اپنى مغفرء کے بارے میں) ءسن ظن ركھءا هو۔ (مسلم ءرءف)

علامه سءءهىؑ فرماءے ہیں: بنءے كا رب کے ساءھ ءسن ظن همىشه رهناءا چاءے یہاں ءك کہ جانكنى اور نزء كى ءاءء میں بھی۔ اور كہا گىا ہے کہ ءسن ظن كا یہ ءكم یہ ءسن عمل و كرءار کے امر كو مسءلزم ہے، اس لئے کہ ءسن عمل ہی كى بنىاء پر بنءه رب سے ءسن ظن قائم كر سكا ہے۔ (مرعاة ج ۵، ص ۲۹۶)

رب العالمىن! ہم سب كو خوف ورجاء كى ءاءء میں پورى زءءگى گزارنے والا بنا، اور اسى ءاءء میں ءاءءه بھی فرما، آمىن۔

اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا

یہ سرنخی صحیح بخاری کی ایک مرفوع متصل حدیث سے ماخوذ ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ“ (حدیث: ۶۲۲۷ / مسلم: ۲۶۱۲ عن ابی ہریرۃ) اس سلسلہ میں کچھ لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمایا کہ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشوری: ۱۱) اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں، تو مذکورہ حدیث کے کیا معنی ہوں گے جس سے بظاہر مشابہت کی طرف ذہن جاتا ہے، اس سے متعلق ہمارا قوی عقیدہ ہے کہ اللہ کے مثل کوئی مخلوق نہیں، نہ ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں، اور یہ بھی یقین ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بڑھ کر کوئی انسان فصیح و بلیغ نہیں، اس لئے تصور فہم ہم میں ہو سکتا ہے، کلام اللہ اور کلام رسول میں نہیں اور دونوں کے کلام میں فصاحت و وضاحت ایسی ہے کہ باطل تاویل کی گنجائش بھی نہیں اور نایہ ممکن ہے کہ رسول اپنے بھیجنے والے اللہ کے کلام کی مخالفت اپنے کلام میں کریں، ایسے موقع پر اہل ایمان کا پہلا طریقہ وہی ہوتا ہے جو راسخین فی العلم کا ہوتا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے: ﴿وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ، كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾ (آل عمران: ۷) اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

نیز اس حدیث کو سمجھنے کے لئے ایک دوسری حدیث سے مدد لی جاسکتی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ”إِنَّ أَوَّلَ زَمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ“ (بخاری: ۳۲۵۴ / مسلم: ۲۸۳۴) یعنی پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا چاند کی صورت پر ہوگا، اس کے معنی یہی ہیں کہ وہ انسانی صورت میں ہوں گے مگر حسن و جمال میں چاند جیسے ہوں گے، بہر صورت چاند جیسے ہوں گے یہ معنی نہیں ورنہ یہ معنی نکلیں گے کہ وہ جنت میں بے آنکھ منہ بلکہ پتھروں کی شکل میں داخل ہوں گے، اس سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی چیز کے کسی چیز کی صورت پر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بہر صورت اس سے مماثل ہو۔

اب زیر بحث حدیث پر آئیے! قرآن مجید اور احادیث سے اللہ تعالیٰ کی جو صورت واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ ہے، آنکھ ہے، ہاتھ ہے، پیر ہے وغیرہ، لیکن یہ لازم نہیں کہ یہ چیزیں انسان کے مماثل ہوں ہاں ادنیٰ سی مشابہت ہے مگر وہ بھی مماثلت کے طور پر نہیں، جس طرح جنتیوں کے پہلے گروہ میں چاند کی ادنیٰ مشابہت ہے لیکن بغیر مماثلت کے، ہم انسان، ہاتھی، اونٹ، گھوڑا وغیرہ کے ہاتھ دیکھیں، ہر ایک کے لئے (ید) ہاتھ کا اسم بولا جاتا ہے، لیکن ہر ایک کے مسمیٰ یعنی ہاتھ میں ایک

دوسرے سے فرق واضح ہے، جب ایک نوع اور متعدد انواع کے مسمیات میں زبردست فرق پایا جاتا ہے، حالانکہ اسم سب کا ایک ہے تو اسم کی وحدت کے باوجود خالق اور مخلوق میں فرق ضروری ہے اور ناممکن ہے کہ مخلوق کسی بھی حال میں خالق سے مماثل ہو، اور اہل سنت والجماعت کا سچا مذہب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مخلوق کی صفات کے مماثل نہیں ہیں۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہم بہت سی کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ لوگ ”تشبیہ“ کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور مقصد ”تمثیل“ ہوتا ہے، لیکن چند وجوہ لفظ ”تمثیل“ کا استعمال بہتر ہے، اول یہ کہ قرآن نے لفظ ”تمثیل“ سے تعبیر کی ہے، مثلاً ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ اور ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾ (البقرة: ۲۲) اور قرآن سے بڑھ کر معنی مقصود پر کسی اور کلام کی دلالت نہیں ہو سکتی، دوم یہ کہ ”تشبیہ“ سے کچھ لوگ اثبات صفات مراد لیتے ہیں اور اسی لئے اہل سنت کو ”مشبہ“ کہتے ہیں، لہذا ہم اگر ”بغیر تشبیہ“ کا لفظ استعمال کریں تو ایسے لوگ سمجھیں گے کہ ہم ان سے کہہ رہے ہیں ”اثبات صفات کے بغیر“ گویا لفظ تشبیہ فاسد معنی کا وہم پیدا کرتا ہے، اس لئے لفظ ”تشبیہ“ کی تعبیر سے پرہیز بہتر ہے، سوم یہ کہ تشبیہ کی مطلق نفی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اشخاص اور صفات میں سے ہر دو چیزوں میں بعض وجوہ سے اشتراک ہوتا ہے اور اشتراک ایک طرح کا تشابہ ہے، لہذا اگر مطلق طور پر تشبیہ کی نفی کر دی جائے تو خالق اور مخلوق جس چیز میں مشترک ہیں سب کی نفی کرنی پڑے گی، مثلاً ”وجود“ اس کی اصل میں خالق اور مخلوق دونوں مشترک ہیں، یہ ایک قسم کا اشتراک اور تشابہ ہے، لیکن دونوں وجود میں فرق ہے، خالق کا وجود واجب ہے اور مخلوق کا وجود ممکن ہے، یعنی پہلے عدم پھر وجود پھر فنا، جب کہ اللہ کا وجود ازلی وابدی ہے، ایسے ہی ”سمع“ میں اشتراک ہے، انسان کے ”سمع“ ہے اور خالق کے بھی ”سمع“ ہے، لیکن دونوں میں فرق ہے، البتہ اصل وجود سمع مشترک ہے۔

اس حدیث کا ایک دوسرا معنی بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ اس میں ”علی صورتہ“ کی اضافت کو مخلوق کی اضافت خالق کی طرف مانی جائے جیسے ”وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ“ (سورہ ص: ۷۲) اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔ میں وہ روح مراد ہے جسے اللہ نے پیدا کیا نہ کہ آدم کو اپنی روح کا ایک حصہ دے دیا، البتہ اس میں روح کی اضافت اللہ کی طرف تکریم و شرف کے لئے ہے، اسی طرح ”خلق آدم علی صورتہ“ کے معنی ہوں گے ایک ایسی صورت جسے اللہ نے پیدا کیا اور اس کی صورت گری کی جیسے کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ (الاعراف: ۱۱) اور ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر ہم ہی نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

یعنی آدم کی صورت پیدا کرنے والا اللہ ہے، اس لئے آدم ”علی صورتہ اللہ“ یعنی اللہ کی بنائی ہوئی صورت پر ہوئے، اس میں ”صورۃ اللہ“ کی اضافت تکریم و شرف کے لئے جیسے ”بیت اللہ“ ”اللہ کا گھر“، ”ناقۃ اللہ“ ”اللہ کی اونٹنی“ اور حدیث زیر بحث میں صورت آدم اللہ سے جدا ہے اور ہر جدا چیز جس کی اضافت اللہ نے اپنی طرف کی ہے وہ مخلوق ہے، لہذا ”علی صورتہ“ کی اضافت شرف و تکریم کے لئے مخلوق کی اضافت خالق کی طرف ہے۔ (مستفاد از علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ) ☆☆

ٹھنڈی تھی جس کی چھاؤں وہ دیوار گر گئی

مولانا اسعد اعظمی / استاذ جامعہ سلفیہ

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری - رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ - کے سانحہ ارتحال پر تقریباً ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے، مگر ان کی جدائی کا غم روز بروز تازہ ہوتا ہے، ڈاکٹر صاحب میرے اور میری اہلیہ دونوں کے سگے ماموں تھے، جامعہ سلفیہ میں اساتذہ کی رہائش گاہ ”دارالضیافہ“ کی عمارت میں آپ کے فلیٹ سے متصل ہی میرا فلیٹ ہے، بالکل ایک گھر جیسا ماحول رہتا تھا، دونوں طرف سے آمد و رفت لگی رہتی تھی، فروری ۲۰۰۳ء میں جب میں جامعہ سلفیہ آیا اور مجھے ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ سے متصل قیام کا موقع میسر ہوا تو اس سے مجھے بڑی آسانی ہوئی، کسی بھی نئی جگہ شفٹ ہونے کے وقت اجنبیت اور تنہائی کے جو احساسات آدمی کو متفکر کئے رہتے ہیں بحمد اللہ میں اس سے محفوظ رہا، ڈاکٹر صاحب اور ان کا کنبہ قدم قدم پر میرے لئے سہارا بنے، بالخصوص جب ایک سال کے بعد میرے بال بچے بھی بنارس منتقل ہوئے تو بہت ساری گھریلو ضروریات کی تکمیل و تکمیل میں آپ اور آپ کی فیملی کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔

مجھے جامعہ سلفیہ میں تعلیم کی سعادت حاصل نہیں ہو سکی، قاعدہ بغدادی سے لے کر فضیلت تک کی میری پوری تعلیم جامعہ عالیہ عربیہ منو میں ہوئی، بنا بریں درس گاہ میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے کی سعادت سے محروم رہا، آپ میرے استاذ نہیں، البتہ استاذ الاساتذہ تھے، میرے اساتذہ کرام میں مولانا اقبال احمد کفایت اللہ سلفی (سابق استاذ جامعہ عالیہ عربیہ منو)، مولانا شریف اللہ صاحب سلفی (شیخ الجامعۃ العالیۃ)، مولانا اشفاق احمد سلفی مدنی (استاذ جامعہ عالیہ عربیہ منو)، مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم سلفی مدنی (استاذ جامعہ فیض عام منو، سابق استاذ جامعہ عالیہ عربیہ منو) آپ کے ممتاز شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، درس گاہ کی براہ راست شاگردی کے شرف سے محرومی کا غم تب جا کر کچھ ہلکا ہوا جب اللہ تعالیٰ نے جامعہ سلفیہ میں منتقلی کے ذریعہ آپ کی رفاقت اور مصاحبت و مجالست اور استفادہ کا سنہری موقع عنایت فرمادیا۔

علم و عمل کی بلندیوں پر فائز ایک عظیم مشفق مربی و سرپرست کا سایہ حاصل ہونے پر میں فخر و انبساط سے لبریز آپ سے علمی و عملی دونوں میدانوں میں استفادہ کی بھرپور کرشمہ کرتا، دن بھر میں متعدد بار میرا آپ کے یہاں جانا ہوتا اور آپ کی ذرہ نوازی کہ آپ بھی میرے کمرے میں تشریف لاتے، آپ اگر چاہتے تو ہر ضرورت کے وقت مجھ کو طلب کرتے اور خود آنے کی

زحمت سے بچ سکتے تھے مگر تواضع اور شفقت کا یہ عالم رہا کہ سخت بیماری کے ایام کے علاوہ آپ نے کبھی بھی ایسا نہیں کیا۔ جامعہ میں تدریسی ذمہ داریاں سنبھالنے کے چند ماہ بعد آپ کے حکم سے مجلہ صوت الامۃ کے کاموں میں آپ کے تعاون کا شرف حاصل ہوا، اس طرح آپ کے آفس میں بھی مجالست کا موقع حاصل ہوا، اس کے بعد کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی غرض سے ہونے والے اسفار میں بھی مصاحبت اور خدمت حصہ میں آئی، الحمد للہ گھر، آفس اور سفر و حضر ہر موقع پر آپ سے فیض اٹھانے کا موقع ملا، مدینہ یونیورسٹی کے میرے ایک استاد نے دوران درس ایک بار کہا تھا کہ آدمی جتنا علم حاصل کرتا ہے اور سیکھتا ہے اتنا زیادہ اس کو اپنی جہالت کا احساس ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے مسلسل استفادہ کرتے ہوئے مجھے اپنی علمی بے بضاعتی اور ناتجربہ کاری کا احساس ہوتا رہتا اور ہمیشہ یہ سوچتا رہتا کہ اگر میں جامعہ سلفیہ میں منتقل نہ ہوا ہوتا اور محترم ڈاکٹر صاحب کے علم و فضل اور تجربات کا سایہ مجھے حاصل نہ ہوا ہوتا تو کس تاریکی میں بھٹکتا رہتا۔

۹۶-۱۹۹۵ء کی بات ہے، جامعۃ الملک سعود ریاض سے ایک سالہ ڈپلوما کورس مکمل کرنے کے بعد وطن واپس ہوا تو ایک بار ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کو جو کسی پروگرام میں شرکت کے لئے مونتشریف لائے تھے اور ہمارے گھر پر آپ کا قیام تھا میں نے جامعۃ الملک سعود میں تیار کردہ اپنا مقالہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جو ہندوستان کے طلبہ کی عربی بول چال میں کمزوری اور اس کے اسباب و علاج سے متعلق تھا، اس مقالہ کی تیاری میں میں نے ڈاکٹر صاحب کی تحریروں سے بھی استفادہ کیا تھا، آپ نے مقالہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد اسے اپنے بریف کیس میں رکھ لیا، میں حیرت و استعجاب سے آپ کی طرف دیکھنے لگا تو آپ نے واضح فرمایا کہ اسے صوت الامۃ میں شائع کریں گے، میں متحیر و مسرور دیر تک آپ کو دیکھتا رہا، کیونکہ اتنے موقر مجلے میں اپنے جیسے نووارد کی کسی تحریر کے شائع ہونے کا تصور بھی میں نے کبھی نہیں کیا تھا اور نہ اس مقالہ کو آئینہ کی خدمت میں پیش کرنے کا یہ مقصد ہی تھا، میں نے محض اپنی ایک کوشش کو آپ کے روبرو کر کے کچھ رہنمائی حاصل کرنا چاہا تھا۔

آپ کے اس کریمانہ تعامل سے حوصلہ پا کر میں نے فوراً مکہ معظمہ میں تیار کئے ہوئے اپنے ماستر (ایم۔ اے) کا رسالہ بھی لا حاضر کیا، جس کا موضوع: ”الدعوة إلى الله وترقية الأطفال“ تھا اور تقریباً (۲۵۰) صفحات پر مشتمل تھا، آپ نے اس رسالہ پر بھی ایک نظر ڈالنے کے بعد اور یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ اس کی دوسری کاپی میرے پاس ہے اسے بریف کیس کے حوالے کر دیا۔ اول الذکر مقالہ ۱۹۹۶ء میں پانچ قسطوں میں اور مؤخر الذکر ۹۸-۱۹۹۶ء میں (۱۹) قسطوں میں آپ نے شائع فرمایا۔

موصوف علیہ الرحمۃ یا فضل و کمال کی بلند یوں پر فائز دیگر شخصیات کے بارے میں لوگ یہ جاننے کی خواہش رکھتے ہیں

کہ ان کے معمولات کیا ہوتے تھے؟ ان کے لیل و نہار کیسے گزرتے تھے؟ کون سی چیز ان کو دوسروں سے ممتاز کرتی تھی؟ مجھے بہت ہی قریب سے آپ کے معمولات کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔

علمی مشاغل، کتابیں، مجلات و جرائد یہ سب آپ کا اوڑھنا بچھونا ہوتے تھے، صبح سے لے کر رات دیر گئے آپ کام میں لگے رہتے، درس کا وقت ہوتے ہی اپنے آفس کی تمام مصروفیات چھوڑ کر سیدھے درس گاہ کے لئے نکل جانا، صوت الامۃ کے لئے ہر ماہ افتتاحیہ لکھنا، کانفرنسوں اور سیمیناروں کے لئے مقالات تیار کرنا، ملک اور بیرون ملک سے وارد مختلف کتابوں پر پیش لفظ لکھنا، خطبوں اور تقریروں کے لئے معلومات جمع کرنا، ساتھ ہی ترجمہ و تصنیف کا کام بھی جاری رکھنا، پھر بھی کبھی تضرع اور بیزاری کا اظہار نہیں، ان سب کاموں کے درمیان میں مختلف شہروں اور علاقوں سے آنے والے مہمانوں کی تکریم، ان کی مشکلات و مسائل کا حل بنانا اور ان کی علمی و غیر علمی ضرورتوں کی تکمیل، دوسری طرف ٹیلیفون اور موبائل سے رابطہ کرنے والوں سے گفتگو، مشورے، تجاویز، ہدایتیں، پھر یومیہ اخبار کا مطالعہ، مجلات و جرائد کا تصفہ، وارد خطوط کا جواب، مقررہ اوقات پر ریڈیو سے خبریں سننا، وقتاً فوقتاً لائبریری سے مراجعت۔ الغرض ایک مشینی زندگی تھی جس میں تکان اور اضمحلال کو در آنے کا کم ہی موقع ملتا تھا۔

آپ طلبہ کو نصیحت کرتے وقت کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

إذا كانت النفوس كبارا تعبت في مرادها الأجساد

یعنی اگر نفس عظیم ہوتا ہے تو ایسے نفس کے مقاصد حاصل کرنے میں جسم تھک جایا کرتا ہے۔

در حقیقت آپ خود اس شعر میں بیان کردہ مفہوم کی جیتی جاگتی تصویر تھے، سچ ہے۔

”نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا“

آپ مصنف بھی تھے اور مصنف گر بھی تھے، علمی کاموں کی ایک لمبی پلاننگ آپ کے پاس تھی، اور جہاں کسی اہل فرد کو دیکھتے اس سے کسی علمی منصوبے کی تکمیل کرانے کی کوشش کرتے، آپ کی توجہ اور ترغیب سے بہت سی خفہ صلاحیتوں کو ابھرنے کا موقع ملا، بہتیرے لوگ مصنف، محقق اور مترجم بن گئے اور علم اور بحث و تحقیق کی دنیا میں اپنا نام درج کرایا۔

کسی باصلاحیت شخص کو علمی مشاغل سے دلچسپی رکھتے نہ دیکھتے تو اس کی صلاحیت کے ضیاع پر بے حد افسوس کرتے، اس کے برعکس اگر کسی کم صلاحیت والے فرد کو بھی علمی کاموں سے مربوط دیکھتے تو خوش ہوتے اور تشجیع فرماتے۔

طویل و قصیر دونوں طرح کے اسفار میں آپ کی مصاحبت کے دوران دیکھتا کہ کچھ کتب و رسائل ساتھ میں رکھتے ہیں،

اگر ٹرین کے آنے میں تاخیر ہے تو اسٹیشن ہی میں اور پھر ٹرین میں بیٹھنے کے بعد مطالعہ جاری رہتا، بنارس کے سفر میں عام طور سے کویت سے شائع ہونے والا ہفتہ روزہ جریدہ ”الفرقان“ ساتھ میں رکھتے تھے، منزل تک پہنچنے کے بعد جیسے موقع ملتا لکھنے پڑھنے کا کام شروع کر دیتے۔

بلسلسلہ علاج دہلی جانے کے دن بنارس میں صبح کے وقت تک لکھنے کا سلسلہ جاری رہا، جب کہ آخر کے چار پانچ ایام بے حد تکلیف میں گزرے، دہلی روانگی کے وقت ایک کتاب اپنے سامان میں رکھنے کے لئے دیا، بعد میں دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس کتاب میں ایک چھوٹے سے کاغذ پر یہ لکھ کر رکھا ہوا ہے کہ اس کتاب کا مفصل تعارف محدث کے لئے اور مختصر تعارف صوت الامۃ کے لئے لکھنا ہے، مگر آہ! بنارس میں آخری دن تک کتاب و قلم سے تعلق ہی آخری رہا، دہلی پہنچنے اور ہاسپٹل میں داخل ہونے کے بعد مرض نے آپ کا ذہنی و جسمانی سکون سلب کیا تو وہ کتاب بیگ ہی میں پڑی رہی اور پڑی رہ گئی، ہاسپٹل میں آپ کے ساتھ رہنے والے اعزہ نے بتایا کہ وہاں متعدد بار آپ نے اس طرح کی بات کہی کہ مجھے ذرا بھی راحت مل جاتی تو یہیں لکھنے کا کام شروع کر دیتا، مگر آہ!

چھپ گئے وہ ساز ہستی چھڑ کر اب تو بس آواز ہی آواز ہے

ڈاکٹر صاحب کی بیماری اور پھر سانحہ ارتحال سب کچھ اتنا آنا فانا ہوا کہ ہر شخص دم بخود ایک دوسرے کو غم کی تصویر بنا دیکھتا رہ گیا، سوالات و تفکرات کا ایک سلسلہ ہے جو ختم ہوتا نظر نہیں آتا، اب جامعہ و جمعیت و جماعت کا کیا ہوگا؟ خالی پڑی مسند درس کیسے پُر ہوگی؟ صوت الامۃ کو جاری رکھنے کی کیا شکل ہوگی؟ علمی و ادبی نکتوں کو سلجھانے کے لئے کس سے رجوع کیا جائے گا؟ ملکی و بین الاقوامی محافل میں ملک اور جمعیت و جماعت کی نمائندگی کیونکر ہو سکے گی؟

ہمارے بعد اندھیرا ہے گا محفل میں بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

ذهب الذین یعاش فی اکنافہم بقي الذین حیاتہم لا تنفع

قضا و قدر پر ایمان ہمیں سہارا اور تسلی کے سامان فراہم کرتا ہے، اس سایہ دار دیوار کے گر جانے سے رنج و الم فطری امر ہے، مگر ہم اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں، اور دل کی گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں کہ:

اللہم اغفر لہ وارحمہ وأدخلہ فسیح جناتک، وأخلفہ خیرا. انک سمیع قریب مجیب.

اختتام سال رواں اور محاسبہ نفس

شیخ محمد بن عبداللہ السبیل
امام و خطیب مسجد حرام مکہ مکرمہ

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہر چیز کو بنایا پھر ایک انداز سے اس کو درست کیا، اور غور کرنے یا شکر کرنے والے کے لئے رات اور دن کو ایک کے پیچھے ایک آنے جانے والا بنایا، میں اللہ سبحانہ کی بہت بہت تعریف بیان کرتا ہوں، اور شہادت دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، جو تمام مخلوق میں سب سے افضل اور اللہ کے سب سے زیادہ اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں۔ مولیٰ! تو اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر درود و سلام نازل فرما۔

اللہ کے بندو! اپنے رب سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے، اور اس کے فضل و احسان پر اس کا شکر ادا کرو، اور اس کی نعمتیں شب و روز مسلسل تم پر سایہ فگن ہیں اور تم عیش و عافیت کے مزے لے رہے ہو، لیل و نہار گزار رہے ہیں اور تم خواہشات کے پیچھے بدمست ہو کر غفلت کی زندگی گزار رہے ہو۔

بندگانِ الہی! مرور زمانہ اور لیل و نہار کی گردش اہل بصیرت کے لئے عبرت و موعظت ہے اس سے اہل بصیرت کے اس ایمان و یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے کہ دنیا چند روز ہے جو عنقریب فنا ہو جائے گی، یہ کوئی مستقل قیام گاہ نہیں، بلکہ اس کی حیثیت محض گذر گاہ کی ہے۔ دنیا سے لوگوں کو کوچ کرتے رہنا اس بات کا اعلان ہے کہ سارے ہی لوگوں کو یہاں سے رخت سفر باندھنا اور اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔

دنیا نے اب تک کتنے لوگوں کو ایک دوسرے سے جدا کئے، باپ اور بیٹے ایک دوسرے سے پھڑے، بھائی سے بھائی جدا ہوا، دوست احباب اپنوں کو روتا بلکتا چھوڑ گئے، اس دنیا نے اب تک کتنے اوقات ضائع کرائے اور کتنے تلخ گھونٹ پلائے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی اور مخزن بھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کے اعمال انجام دے کر آخرت کے لئے محفوظ کئے جاتے ہیں، ایسی صورت میں عقلمند وہی شخص ہے جو زندگی کا ایک ایک لمحہ غنیمت جانے اور اپنے لئے اچھے اعمال کا ذخیرہ جمع کر لے، تاکہ یہی اعمال اسے آخرت کی رسوائی سے بچا سکیں، جہاں کمایا ہوا مال اسے کچھ کام آئے گا نہ اس کی اولاد ہی کچھ کام آئے گی۔

اسلامی بھائیو! ہم ایک سال کو الوداع کہہ رہے ہیں، جس کے لیل و نہار گزر چکے، ہم نے جو کچھ اچھے یا برے اعمال کئے تھے انہی کے ساتھ ہی اس سال کا دفتر پورا ہو کر بند ہونے والا ہے، اس سال ہم سے جو کچھ غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں اب ان کی تلافی کی کوئی صورت نہیں، سوائے اس کے کہ خالص دل سے اللہ سے توبہ کریں، اس کے عذاب کے خوف اور اس کی رحمتوں کی امید کے ساتھ اس کی طرف رجوع کریں، جو خطائیں اور بد اعمالیاں سرزد ہوئی ہیں ان پر نادم ہوں اور کوتاہیوں کی تلافی کرنے نیز گناہ و معصیت کے کاموں سے دور رہنے کا عزم مصمم کر لیں۔

ہم ایک سال کو الوداع کہہ کر دوسرے نئے سال کا استقبال کر رہے ہیں، ہم میں سے کسی کو بھی یہ پتہ نہیں کہ یہ سال وہ مکمل بھی کر سکے گا یا سال پورا ہونے سے پہلے ہی اس کی موت آپنچے گی، کوئی رات یا کوئی بھی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں کچھ لوگ اس دنیا سے رخصت نہ ہوتے ہوں، اور یہ درحقیقت رسول صادق و صدوق ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق جو آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: ”کن فی الدنیا کأنک غریب أو عابر سبیل“^۱ دنیا میں یوں رہو گویا تم ایک اجنبی ہو یا کوئی مسافر۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: ”إذا أمسیت فلا تنتظر الصباح، وإذا أصبحت فلا تنتظر المساء، وخذ من صحتک لمرضک و من حیاتک لموتک“^۲۔

جب شام کر لو تو صبح کے انتظار میں نہ رہو، اور جب صبح کر لو تو شام کی امید میں نہ رہو، اور اپنی صحت کے زمانہ میں بیماری کے لئے توشہ تیار کر لو اور زندگی میں موت کے لئے۔

دینی بھائیو! ایک مقدس مہینہ تم پر سایہ فگن ہے، اور یہ محرم الحرام کا مہینہ ہے جس سے سال کی ابتدا ہوتی ہے، اس لئے اس مہینہ میں بکثرت روزے رکھو، اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کر کے اور گناہوں سے بچ کر اسے آباد کرو اور اس ماہ کا استقبال اس انداز سے کرو کہ تمہارے ارادے خیر کی جانب سبقت کرنے والے، تمہارے کان پند و موعظت کو قبول کرنے والے اور دل اللہ تعالیٰ کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھنے والے ہوں، ساتھ ہی کثرت سے موت کو بھی یاد کیا کرو جو کہ لذتوں کو توڑنے اور جماعتوں کو منتشر کر دینے والی ہے، کیونکہ ذکر موت ہی آخرت کی تیاری کا سب سے معاون ذریعہ ہے۔

اور ہاں! دیکھنا زندگی کی سلامتی سے دھوکہ نہ کھانا اور بری خواہشات اور غلط آرزوؤں کے پیچھے نہ پڑنا کہ یہ شیطان کا وسوسہ اور نفس امارہ کا دھوکہ ہے، عنقریب ہی تمہیں اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے اور حساب و کتاب کے لئے اس کے سامنے پیش ہونا ہے، وہاں آدمی اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اس کا عمل موجود ہوگا اور بائیں جانب نگاہ جائے گی تو وہاں بھی اپنا عمل ہی

^۱ خطبہ ۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

^۲ اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے، دیکھئے: خطبہ ”اللہ سے توبہ و انابت“

پائے گا، چنانچہ اس وقت وہ حساب کے تصور سے گھبرا اٹھے گا، وہ ہولناکی ایسی ہوگی کہ بچہ بھی وہ منظر دیکھ کر بوڑھا ہو جائے گا، اہل طاعت بھی وہ سماں دیکھ کر پریشان ہو جائیں گے، پھر گنہگاروں اور نافرمانوں کا کیا حال ہوگا؟ قیامت کا دن بہت ہی بڑا ہوگا اور حساب انتہائی سخت، اور اس پر مستزاد یہ کہ احکم الحاکمین کی عدالت ہوگی اور نہایت ہی ہولناک منظر:

”إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا. وَنَرَاهُ قَرِيبًا. يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ. وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ. وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا. يَبْصُرُونَهُمْ يَوْمَ الْمَجْزَمِ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمئِذٍ بَنِيهِ. وَصَاحِبَتُهُ وَأُخِيهِ. وَفَصِيلَتُهُ الَّتِي تَوَوِيهِ. وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يَنْجِيهِ. كَلَّا إِنَّهَا لَلظَىٰ. نَزَاعَةٌ لِلشَّوَىٰ. تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ. وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ.“ (المعارج: ۶ تا ۱۸)

آخرت کا عذاب ان لوگوں کی نگاہ میں دور ہے اور ہماری نظر میں نزدیک، جس دن آسمان ایسا ہو جائے گا جیسا پگھلا ہوا تانبا، اور پہاڑ ایسے جیسے دھنکی ہوئی رنگین اون، اور کوئی دوست کسی دوست کا پر سہاں نہ ہوگا، ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے، گنہگار خواہش کرے گا کہ کس طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں دیدے اپنے بیٹے اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا اور جتنے آدمی زمین میں ہیں، غرضیکہ سب کچھ دیدے اور اپنے تئیں عذاب سے چھڑالے، لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا، وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے، کھال ادھیڑ ڈالنے والی، ان لوگوں کو اپنی طرف بلائے گی جنہوں نے (دین حق سے) اعراض کیا اور (مال) جمع کیا اور بند رکھا۔

لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس کی طرف رجوع کرو اور اس کے احکامات بجالاؤ کہ اسی کے ذریعہ تم اس کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکتے ہو، اپنی اس عمر کی تلافی کرو جس کا ایک حصہ ضائع کر چکے ہو اور دوسرے حصہ کے سلسلہ میں بھی ابھی سے خیر کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے اس بندہ پر جس نے زندگی کے شب و روز کو غنیمت جانا اور کتابِ عمل کے بند ہونے سے پہلے ہی توبہ کی طرف سبقت کر کے باقیاتِ صالحات کا کچھ حصہ پالیا۔

بھائیو! ذرا غور تو کرو کہ تم سے پیشتر جو لوگ تھے بلکہ ابھی گذشتہ دنوں جو تمہارے ساتھ تھے آج وہ کہاں ہیں؟ سب اپنے اپنے عالیشان مکانات کو چھوڑ کر قبروں کی جانب روانہ ہو چکے ہیں اور ان کے بعد ہمیں بھی چند ہی روز اس دنیا میں رہنا ہے، جانے والوں کے محلوں اور عالیشان مکانات میں آج دوسروں کا بسیرا ہے، ان کے دوست و احباب انہیں فراموش کر چکے ہیں اور چھوڑ چکے ہیں، وہ خود اہل بصیرت کے لئے عبرت بن گئے ہیں اور عنقریب ہمارا بھی وہی انجام ہونے والا ہے۔ پس اہل تقویٰ فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہوں گے اور آخرت سے غافل لوگوں کے حصہ میں خسارہ اور ناکامی ہوگی۔

اللہ رب العالمین ہمیں اور آپ سب کو وعظ و نصیحت سے نفع پہنچائے اور غفلت و کوتاہی سے محفوظ رکھے، آمین۔

نفل روزے کی اہمیت اور اس کے فضائل و مسائل

مولانا عبدالمبین مدنی

اسلامی عبادت میں روزہ ایک مہتم بالشان عبادت ہے، اللہ کا تقرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ، تقویٰ کا مدرسہ، جسم کے بعض امراض کا مجرب علاج اور شہوت کو قابو میں رکھنے کا موثر ذریعہ ہے، یا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء۔ (ترمذی) اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شادی کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ شادی کر لے اور جسے طاقت نہ ہو وہ روزہ رکھے، اس سے اس کی شہوت کمزور پڑے گی۔ روزوں کا ذکر اور اس کے فضائل و مسائل عموماً رمضان کی مناسبت سے بیان کئے جاتے ہیں حالانکہ یہ ایسی عبادت ہے جو پورے سال مشروع ہے سوائے ان پانچ دنوں کے جن میں روزہ رکھنا حرام ہے، عیدین اور ایام تشریق، ان کے علاوہ شک کا دن، صرف جمعہ یا صرف سنیچر کے دن کا روزہ، نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا اور رمضان کے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت حدیثوں میں وارد ہے، رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے، ذی الحجہ کے ابتدائی نو روزے، عرفہ کا روزہ، عاشوراء کا روزہ اور ان کے علاوہ اور بھی روزے جس کا بڑا ثواب ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”من صام يوماً في سبيل الله باعد الله عن النار سبعين خريفاً۔“ (متفق علیہ) جس نے ایک دن اللہ کے راستہ میں روزہ رکھا، اللہ اس کو جہنم سے ستر سال دور فرمادے گا۔

نیز فرمایا: ”الصيام جنة حصن وحصين من النار“ (احمد) روزہ ڈھال اور جہنم سے مضبوط رکاوٹ ہے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”من ختم له بصيام يوم دخل الجنة“ (بخاری) جس کا خاتمہ ایک دن کے روزہ پر ہوا وہ جنت میں جائے گا۔

اور حضرت ابو امامہ باہلیؓ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے کہا مجھے ایسا کوئی کام (نیکی) بتلا دیں جس کو اللہ میرے حق میں نفع بخش بنادے، آپ نے کہا: ”عليك بالصوم فانه لا عدل له“ (احمد، نسائی) دیکھو تم نفل روزے رکھو، اس لئے کہ اس کے برابر کوئی عبادت نہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر أمثالها إلى سبع مائة ضعف، قال الله عز وجل الا الصيام فانه لي وأنا أجزي به۔“ (متفق علیہ)

ابن آدم کے ہر نیک کام کا ثواب دس گنا سے لیکر سات سو گنا دیا جاتا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا سوائے روزہ کے اس لئے کہ بندہ روزہ میرے لئے رکھتا ہے اور میں اس کا اجر دوں گا۔

ان تمام احادیث سے روزہ کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اگر ایک مسلمان نفل روزوں کا اہتمام نہیں کرتا تو گویا وہ اپنے آپ کو بڑے اجر و ثواب سے محروم کر رہا ہے۔

نفل روزوں میں نویں ذی الحجہ کا روزہ جسے عرفہ کا روزہ کہا جاتا ہے وہ بھی ہے، اتفاق سے یہ روزہ امسال جمعہ کے روز پڑ گیا اور بعض لوگ اس تردد کے شکار ہو گئے کہ اس دن روزہ رکھیں یا نہ رکھیں، اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جمعہ کے دن خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے: ”لا تخصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولا بصيام من بين الايام“ (مسلم) دیکھو جمعہ کی رات دوسری راتوں کے بجائے قیام کے لئے خاص مت کرو اور نہ جمعہ کا دن روزہ کے لئے دوسرے دنوں کے بجائے۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا: ”لا يصوم أحدكم يوم الجمعة الا أن يصوم قبله أو يصوم بعده“ (ترمذی) تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے الا یہ کہ وہ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھ لے۔

اس لئے عرفہ کا روزہ جمعہ کے دن رکھا جائے یا نہ رکھا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرفہ کا روزہ جمعہ کے دن اس لئے رکھا جائے گا کہ یہ عرفہ کا دن ہے، جمعہ کے دن کی خصوصیت کو ملحوظ نہ رکھ کر اور اسی طرح عاشوراء کا روزہ جمعہ کے دن پڑ جائے یا نہ رکھا جائے روزہ جمعہ کے دن پڑ جائے تو ان روزوں کو بلا کراہت جمعہ کے دن رکھا جائے گا۔ (زاد المعاد ۲/۸۱، ۸۲، فتح الباری ۴/۲۳۴)

اسی طرح نفل روزوں میں ہر ہفتہ سوموار اور جمعرات کا روزہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ ان دونوں دنوں میں روزہ رکھتے تھے، فرمایا: ”تعرض الأعمال الى الله يوم الاثنين والخميس فأحب أن يعرض عملي وأنا صائم“۔ (ترمذی)

بندوں کے اعمال اللہ کے پاس سوموار اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں، پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل پیش ہو تو میں روزہ کی حالت میں رہوں۔

اور ہر قمری ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھنا، یعنی ایام بیض کا روزہ، یہ بھی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، ”كان رسول الله ﷺ يأمرنا بصيام أيام البيض ثلاث عشر وأربع عشر وخمس عشر“۔ (ترمذی)

اللہ کے رسول ﷺ ہم کو ایام بیض ۱۳، ۱۴، ۱۵ (چاند کی تاریخ) کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ”كان لا يدع صيام أيام البيض في سفر وحضر“ (طبرانی، نسائی) اللہ کے

رسول ﷺ ایام بیض کے روزے سفر و حضر میں چھوڑتے نہیں تھے اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ”صوم ثلاثة أيام من كل شهر صوم الدهر كله“ (متفق علیہ) ہر مہینہ کا تین روزہ پورے سال کا روزہ ہے یعنی اسے پورے سال کا روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔ ان تمام احادیث سے ایام بیض کے روزے کی اہمیت و ثواب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ نفل روزہ کا اہتمام کریں تاکہ وہ اس کے اجر و ثواب کے مستحق ہوں اور اگر فرض روزہ میں کوئی کوتاہی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے نفل روزوں سے پورا فرمادے۔

فرض اور نفل روزوں کے درمیان بعض احکام میں فرق ہے، فرض روزوں کی نیت فجر (صبح صادق) سے پہلے کرنی ہے جبکہ نفل روزہ کی نیت دن نکلنے کے بعد زوال سے پہلے بھی کی جاسکتی ہے، نفل روزے توڑے بھی جاسکتے ہیں اور ان توڑے ہوئے روزوں کی قضا ضروری نہیں ہے، دلائل ملاحظہ فرمائیں: ”من لم یبیت الصیام من اللیل فلا صیام له“ (نسائی) جو شخص رات کو روزہ کی نیت نہ کرے اس کا روزہ درست نہیں ہوگا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”کان النبی ﷺ یأتیننی فیقول أعندک غداء فأقول لا، فیقول انی صائم، قالت: فأتانی یوما فقلت یا رسول اللہ أهدیت لنا هدیة قال ما هی قالت قلت حیس قال أما انی قد أصبحت صائما قالت ثم أكل“۔ (ترمذی)

اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور پوچھتے کیا تمہارے پاس دوپہر کا کھانا ہے، میں کہتی کہ نہیں، آپ فرماتے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں، ایک روز آپ تشریف لائے میں نے کہا کہ ہم کو ہدیہ ملا ہے، پوچھا کیا ہے، ہم نے کہا حیس (ایک قسم کا کھجور کا حلہ) آپ نے کہا کہ میں تو روزہ ہوں، پھر آپ نے نوش فرمالیا۔

حضرت ام ہانیؓ سے آپ نے فرمایا کہ: ”الصائم المتطوع أمین علی نفسه ان شاء صام وان شاء أفطر“ (ترمذی) نفل روزہ رکھنے والا اپنے روزہ کے بارے میں خود مختار ہے، چاہے تو روزہ رکھے اور چاہے تو روزہ افطار کر دے۔

اور ام ہانی کی ایک دوسری روایت میں ہے: ”وان کان تطوعا فان شئت فاقضی وان شئت فلا تقضی“ (ابوداؤد) اگر نفل روزہ ہے تو تم کو اختیار ہے اگر چاہو تو قضاء کرو اور اگر چاہو تو قضا مت کرو۔

البتہ ترمذی کی ایک روایت میں اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے جب ان دونوں نے اپنے نفل روزہ کو کھانے کی خواہش کی وجہ سے توڑا اور آپ نے فرمایا: ”اقضیا یوم آخر مکانہ“ اس دن کے روزے کی قضا کرلو۔ علماء نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ ایسے روزے کی قضا واجب نہیں ہے، بہتر ہے۔

اس وقت ہم جاڑے کے موسم سے گذر رہے ہیں، دن چھوٹا اور موسم سرد، اس لئے اس موسم میں اگر روزے رکھے جائیں تو بھوک اور پیاس کی شدت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”الغنيمة الباردة الصوم في الشتاء“ (ترمذی) ٹھنڈی غنیمت جاڑے کے موسم میں روزہ ہے، اس لئے اس غنیمت سے فائدہ اٹھا کر نفل روزے رکھے جائیں اور خصوصاً رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے سفر یا مرض کی وجہ سے یا عورتوں کے چھوٹے ہوئے روزے تو ان کی قضا کے لئے یہ بہترین موقع ہے، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ فوائت کی قضا اولین فرصت میں مستحب ہے، اس لئے اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے، البتہ شادی شدہ عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں شوہر کی اجازت سے روزہ رکھیں: ”ما تصوم المرأة وزوجها شاهد يومًا من غير شهر رمضان الا بإذنه“ (ترمذی) عورت رمضان کے علاوہ ایک دن بھی شوہر کی اجازت کے بغیر اگر شوہر موجود ہو تو روزہ نہ رکھے۔

نفل روزے اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ دوسرے بہت سارے فوائد کے حامل ہیں، معدہ کی خرابی، کولسٹرال کا بڑھنا، جسم کا وزن زائد ہونا، اس طرح کے امراض کا مجرب علاج روزہ ہے، طب قدیم اور طب جدید دونوں اس پر متفق ہیں اور مشاہدہ اور تجربہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے، اس لئے اس دور میں جبکہ یہ بیماریاں بالکل عام بلکہ وبا کی شکل اختیار کر چکی ہیں، روزوں کے ذریعہ ان پر باسانی قابو پایا جاسکتا ہے، نیز اخروی اجر و ثواب کا ذکر شروع مضمون میں کیا جا چکا ہے، واللہ ولی التوفیق۔



جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ششماہی امتحان

جامعہ سلفیہ بنارس میں سال ۲۰۱۰ - ۲۰۰۹ء کا ششماہی امتحان بتاریخ ۲۱ جنوری ۲۰۱۰ء مطابق ۴ صفر ۱۴۳۱ھ بروز جمعرات سے شروع ہو کر ۴ فروری ۲۰۱۰ء مطابق ۱۸ صفر ۱۴۳۱ھ بروز جمعرات ختم ہوگا، ان شاء اللہ۔

نیز امتحان کی تیاری کے لئے ۱۸ جنوری ۲۰۱۰ء مطابق یکم صفر ۱۴۳۱ھ سے ۲۰ جنوری ۲۰۱۰ء مطابق ۳ صفر ۱۴۳۱ھ بروز بدھ تک اسباق بند رہیں گے۔

کامیابی-اتباع سلف میں ہے

عبدالله بن صالح عبیلان

ترجمہ: فضل اللہ انصاری سلفی

بھوارہ، مدھوبنی، بہار

دین دو عظیم بنیادوں پر قائم ہے۔ اخلاص اور نبی کریم ﷺ کی متابعت۔

☆ اخلاص:- فرمان الہی ہے: ومن احسن دینا ممن أسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملة إبراهيم حنيفا واتخذ الله إبراهيم خلیلا۔ [نساء: ۱۲۵] اور فرمان ہے: وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلوة ويؤتوا الزكاة و ذلك دين القيمة۔ [البينة: ۵] ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں، ابراہیم حنیف کے دین پر، اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں، اور ارشاد ہے: قل إني أمرت أن أعبد الله مخلصا له الدين۔ [زمر: ۱۱] آپ فرمادیجئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت، اس کے دین کو خالص کر کے، کروں۔ یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إنما الأعمال بالنيات۔ (بخاری و مسلم)

☆ متابعت رسول ﷺ:- یہ ہے کہ عمل اس ضابطے کے مطابق ہو، جسے رسول اللہ ﷺ نے مشروع قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: الذى خلق الموت والحياة ليبلوكم أيكم أحسن عملا وهو العزيز الغفور۔ [ملک: ۲] فضیل بن عیاض نے کہا۔ أحسن عملا۔ مطلب: عمل کو خالص کیا اور درست رکھا..... کہا گیا کہ اخلاص و درستی کیا ہے؟ فرمایا کہ، خالص وہ، جو اللہ کے لئے ہو، اور درست وہ جو سنت کے مطابق ہو۔ اسی طرح فرمان الہی ہے: قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم، واللہ غفور رحیم۔ [آل عمران: ۳۱] آپ فرمادیجئے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو تم میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے، اور فرمان رسول ﷺ:- ہے: من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد۔ (شیخان) جو کوئی ہمارے حکم کے خلاف عمل کرے، وہ ناقابل قبول ہے۔

☆ ان دو بنیادوں سے متعلق لوگوں کی قسمیں: چار ہیں۔

پہلی قسم: اللہ کے لئے اخلاص و متابعت والے، اور یہ وہ حقیقت پسند لوگ ہیں، جن کے سارے اعمال

واقوال محبت و نفرت سب ہی کچھ اللہ کے لئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کا ظاہر و باطن ہر معاملہ ایک اللہ کے لئے ہوتا ہے، اس کی وجہ سے وہ لوگوں سے کوئی بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے، ان سے کوئی جاہ و مرتبہ ان کا مقصود نہیں ہوتا، اور نہ ان کے دل میں کوئی مقام و مرتبہ چاہتے ہیں اور نہ ہی ان کی مذمت کا ڈر ہوتا ہے، بلکہ لوگوں کو وہ مقبور (مردوں) کی طرح سمجھتے ہیں، جو ان کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہوتے اور نہ ہی موت و حیات نیز دوبارہ اٹھایا جانا ان کے اختیار میں ہے اس طرح سے لوگوں کی خاطر عمل، ان کے پاس جاہ و مرتبہ کی طلب اور ان سے نفع و نقصان کی امید یہ سب کسی ہوشیار و سمجھدار آدمی سے ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ جو ان کی حالت سے نا آشنا اور اپنے رب سے بے خبر ہوگا، اسی سے ایسا ممکن ہے۔ جو لوگوں کو سمجھنے والا ہوگا، وہ ان کو ان کے مقام و مرتبہ پر رکھے گا، اور جو اللہ کو (کما حقہ) سمجھے گا، وہ اس کے لئے اپنے عمل اور قول و فعل کو خالص بنائے گا اپنا دینا یا نہیں دینا اور اپنی محبت و نفرت بھی اللہ ہی کے لئے خالص کر کے رکھے گا، اللہ اور اس کی مخلوق سے نا آشنائی کے سبب ہی کوئی اللہ کو چھوڑ کر مخلوق سے معاملہ کرے گا، ورنہ جو اللہ اور لوگوں کو جاننے والا ہوگا، وہ اللہ کے معاملہ کو ان کے معاملہ پر ترجیح دے گا۔

اسی طرح ان کے سارے اعمال و عبادات حکم الہی کے مطابق اور اللہ کی پسند و رضا کے موافق ہوں گے اس سے مختلف اللہ کسی بندے کا عمل قبول نہیں فرماتا اور اسی لئے ہی اللہ نے موت و حیات کے ذریعہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا: الذی خلق الموت والحیاء لیبلوکم أیکم أحسن عملاً وهو العزیز الغفور۔ [ملک: ۲] اللہ ہی وہ ذات ہے، جس نے زندگی اور موت کو پیدا کیا، تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھے عمل والا کون ہے؟ اور وہ (اللہ) غالب بخشے والا ہے۔ فضیل بن عیاض نے کہا کہ: اچھا عمل وہ ہے، جو سب سے خالص اور درست ہو، لوگوں نے پوچھا کہ اے ابوعلی! عمل کا خالص اور درست ہونا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ: عمل جب خالص ہو، درست نہیں تو وہ قبول نہیں ہوگا، اور اسی طرح جب درست ہو، خالص نہیں تو بھی وہ مقبول نہیں ہوگا، اس لئے عمل کو خالص و درست ہونا چاہئے۔ خالص، وہ ہے، جو صرف اللہ کے لئے ہو، اور درست وہ ہے جو سنت کے مطابق ہو۔ فرمان الہی میں یہی بات بیان کی گئی ہے: قل إنما أنا بشر مثلكم یوحیٰ الیّ أنما الہکم الہ واحد، فمن كان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرك بعبادۃ ربہ أحد۔ [کہف: ۱۱۰] آپ فرمادیجئے کہ میں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں، مجھے وحی کی گئی ہے کہ (آپ لوگوں کو بتا دیجئے) تمہارا معبود صرف ایک ہے۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کا ارادہ ہو تو اسے ”عمل صالح“ کرنا چاہئے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک و ساجھی نہیں بنانا چاہئے، اور اس فرمان الہی میں: ومن أحسن دیناً ممن أسلم وجهه للہ وهو محسن واتبع ملة إبراہیم حنیفاً واتخذ اللہ إبراہیم خلیلاً۔ [نساء: ۱۲۵] بہ اعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے؟ جو اپنا منہ اللہ کے احکام پر دھر دے اور ہو بھی نیکوکار، ساتھ ہی ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کر رہا ہو،

ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنالیا ہے۔ چنانچہ اللہ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے، جو خالص اسی کی رضا کے لئے اس کے حکم کے مطابق ہو، اور جو اس کے علاوہ ہوگا، وہ بجائے خود کرنے والے کے خلاف جائے گا۔ وہ اس کا جتنا محتاج ہوگا، وہ اس کے خلاف اتنا ہی بے کار ثابت ہوگا... اور صحیح حدیث میں حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہر وہ عمل، جس پر ہمارا حکم نہیں، وہ ناقابل قبول ہے۔ اور ہر وہ عمل، جو رسول اللہ ﷺ کی اقتداء سے باہر ہو، وہ عمل کرنے والے کو اللہ سے دور ہی کرے گا۔ اللہ کی عبادت اس کے حکم کے مطابق ہوگی، نہ کہ آراء و نظریات اور اھواء و خیالات کے مطابق۔

دوسری قسم: جس میں اخلاص اور متابعت رسول (ﷺ) دونوں ہی نہیں ہوں، تو وہ عمل شریعت کے مطابق نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ اللہ کے لئے خالص ہوگا۔ جیسے لوگوں کے لئے سجانے والے اور ان کو دکھلانے والوں کا عمل، جسے اللہ اور اس کے رسول نے مشروع نہیں کیا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے نزدیک سب سے بدترین اور اللہ کو سب سے زیادہ ناراض کرنے والے ہیں۔ ان پر یہ فرمان الہی پورا صادق آتا ہے۔ ”وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو انہوں نے نہیں کیا، اس پر بھی ان کی تعریفیں کی جائیں، آپ ان کو عذاب سے چھٹکارا میں نہ سمجھئے، ان کے لئے تو دردناک عذاب ہے۔“ [آل عمران: ۱۸۸] وہ جو بدعت و ضلالت اور شرک والا کام کرتے، اس پر خوش ہوتے ہیں مگر چاہتے ہیں کہ اتباع سنت و اخلاص کے لئے ان کی تعریف ہو، اس قسم کے زیادہ لوگ، علم اور فقر و عبادت کی طرف منسوب وہ لوگ ہیں، جو راہ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ وہ بدعات و خرافات اور ریاء و نمود کا ارتکاب کرتے ہیں، پھر بھی چاہتے ہیں کہ جس اخلاص اور اتباع و علم کا کام نہیں کیا ہے اس پر ان کی تعریف ہو، وہی تو گمراہ اور ربانی غضب کے شکار ہیں۔

تیسری قسم: جو اپنے عمل میں مخلص تو ہو، لیکن حکم رسول (ﷺ) کے مطابق نہیں ہو، جیسے جاہل عابد اور نام نہاد ذاہد و درویش۔ اللہ کے حکم کے خلاف جو اس کی عبادت کرے اور اپنی عبادت کو اللہ کی قربت سمجھے تو وہ بھی ویسے ہی ہے، جو سیٹی اور تالی کی آواز سننے کو قربت سمجھتا ہے، وہ خلوت، جس کے لئے جمعہ اور جماعت چھوڑ دیا جائے، قربت ہے اور جس دن سب لوگ روزہ سے نہیں ہوں، اس دن کا روزہ رکھنا قربت الہی ہے۔ اس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں۔

چوتھی قسم: جس کے عمل حکم کے مطابق تو ہوں، لیکن وہ غیر اللہ کے لئے ہوں۔ جیسے ریاکاروں کی اطاعت اسی طرح وہ جو ریاء اور حمیت و شجاعت کے لئے لڑتا ہے، حج کہلانے کے لئے کرتا ہے اور قرآن کہلانے کے پڑھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کے ظاہری عمل تو اچھے ہیں، مگر وہ بہ باطن درست نہیں، اس لئے وہ مقبول نہیں ہوں گے... وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلوة ويؤتوا الزكاة وذلك دين القيمة۔ [بینة: ۵]

سماحة الشيخ حفظہ اللہ کا بیان ہے ”الحمد لله رب العالمين وصلى الله على نبينا محمد و على آله و

صبحہ و بعد - لوگوں کے درمیان اختلاف پہلے سے ہی چلا آ رہا ہے، اور مذاہب و نظریات بھی مختلف رہا کئے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کان الناس أمة واحدة فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرين وأنزل معهم الكتاب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه وما اختلف فيه إلا الذين أوتوه من بعد ما جاءتهم البينات بغيا بينهم، فهدى اللہ الذين آمنوا لما اختلفوا فيه من الحق باذنه، واللہ يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم۔ [بقرہ: ۲۱۳] دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں، تاکہ لوگوں کے ہر اختلاف امر کا فیصلہ ہو جائے، اور صرف انہی لوگوں نے جو اسے دیئے گئے تھے، اپنے پاس دلائل آ جانے کے بعد آپس کے بغض و عناد کے سبب اس میں اختلاف کیا، اس لئے اللہ پاک نے ایمان والوں کی اس اختلاف میں بھی حق کی طرف اپنی مشیت سے رہبری کی، اور اللہ جس کو چاہے، سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وما كان الناس إلا أمة واحدة فاختلّفوا۔ ولو لا كلمة سبقت من ربك لقضى بينهم فيما فيه يختلفون۔ [یونس: ۱۹] اور لوگ ایک ہی امت کے تھے، پھر انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا، اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں، ان کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہوتا..... اختلاف لوگوں میں پہلے سے رہا کیا ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہے کہ اس نے رسولوں و پیغمبروں کو بھیجا اور کتابیں نازل کیں، تاکہ لوگوں کے درمیان ان کے مختلف فیہ مسئلہ میں اس کا فیصلہ ہو۔ چنانچہ اللہ تک پہنچانے والا راستہ اور صراط مستقیم صرف ایک ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ”وَأَن هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ فَتَفْرُقَ بَكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ، ذَلِكُمْ وَصَاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔“ [النعام: ۱۵۳] اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے، جو مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو، اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔

رہی بات مذاہب و مسلک اور آراء و نظریات کی، جو بہت ہیں۔ تو یہ انسان کے وضع کردہ اور اس کے خیالات ہیں۔ ان کی کوئی گنتی نہیں، اس لئے کہ ہر فرد اور ہر طبقے کا اپنا ایک ایجاد کردہ طریقہ ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے، لیکن اللہ تک جانے والا راستہ صرف ایک ہوتا ہے اور شروع سے آخر تک سبھی پیغمبروں کا راستہ وہی ہے۔ ”وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا“ [نساء: ۶۹] اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول (ﷺ) کی فرماں برداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں۔ اور فرمایا: ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ (اے اللہ) ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ اس راستے اور اس طریقے کی وضاحت کی ضرورت ہے، تاکہ لوگوں پر مختلف طریقوں، راستوں، مسلکوں اور اقوال و خیالات گڈنڈ نہ ہوں، یہاں تک کہ وہ صحیح راستہ اور سیدھی راہ اس کے لئے آسان ہو۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہے۔ لوگ ہر دور میں اللہ تک پہنچانے

والے اس راستے اور طریقے کی وضاحت کے محتاج رہے ہیں۔ اس طریقے یا اس ربانی منہاج کی اصل و بنیاد، دو باتیں ہیں۔ (۱) اللہ کے لئے اخلاص اور (۲) رسول اللہ ﷺ کی متابعت و پیروی۔ اب جو ان دو صفتوں سے متصف ہوگا کہ وہ اپنی عبادت، اقوال و افعال اور نیات و مقاصد میں اللہ کے لئے مخلص ہوگا، اور اپنے عمل و انداز اور عبادت و ریاضت میں رسول اللہ ﷺ کا پیروکار ہوگا، تو وہی صراطِ مستقیم پر چلنے والا ہوگا۔ بے شمار آیات و احادیث اس کی دلیل ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بلی من أسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔“ [بقرہ: ۱۷۷]

آیت میں ”بلی من أسلم وجهه لله وهو محسن“ ان یہود و نصاریٰ کی تردید ہے، جن کا دعویٰ تھا۔

”لن يدخل الجنة إلا من كان هودا أو نصارى، تلك أمانيتهم، قل هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين۔“ [بقرہ: ۱۱۱]

جو یہودی اور نصاریٰ ہوں گے، وہی جنت میں داخل ہوں گے یہ ان کی اپنی باتیں ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیلیں پیش کرو۔

انہوں نے اس بات کی تردید کی کہ جنت میں یہودی یا نصرانی کے علاوہ کوئی اور جائے گا، جس کی تردید اللہ نے یوں فرمائی۔ ”بلی من أسلم وجهه لله وهو محسن“۔ (بلکہ جو بھی اللہ کے لئے خود کو سپرد کر دے گا اور وہ محسن (متع رسول) ہوگا۔ تو جنت میں جائے گا۔) مطلب، یہ ان کے حصرو نفی کی تردید ہے کہ جنت میں وہی جائے گا جو خود کو اللہ کے حوالے کرے گا اور وہ محسن ہوگا، اور اس کے علاوہ جو بھی ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ خواہ وہ داخل ہونے کا دعویٰ دار ہے یا اس بات کا دعویٰ دار ہو کہ جنت میں صرف وہی داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ”بلی من أسلم وجهه لله“ میں ”وجہ“ سے مراد اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص ہے۔ اور ”أسلم وجهه لله“ کا مطلب ہے اس کا قصد و ارادہ کیا۔ ”أخلص وجهه“ کا مطلب ہوگا، اپنے قصد و ارادہ اور اللہ کی طرف توجہ و التفات کو خالص کیا۔۔۔۔۔ یہ پہلی شرط ہے۔

دوسری شرط: ”وہو محسن“ والی ہے۔ یعنی، نبی کریم ﷺ کا پیروکار ہو، اس لئے کہ کسی نے کوئی عمل کیا، جس میں وہ مخلص بھی ہے، مگر وہ نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہوگا، بلکہ ضروری ہے کہ وہ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا پیروکار ہو۔ ”وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلوة ويؤتوا الزكاة وذلك دين القيمة“۔ [بینۃ: ۷۵] اس میں بھی دو شرطیں ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دین امر و شریعت سے ہے، نہ کہ اس رائے و خیال سے، جس کو لوگ ایجاد کرتے ہیں یا اپنی طرف سے اس کو چنتے ہیں۔ دین اس حکم سے عبارت ہے، جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا ہوتا ہے۔ ہر وہ عبادت، جس کا اللہ جل و علا حکم نہیں دے، وہ باطل ہے، کیوں کہ وہ بدعت ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ”من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد“۔ جو کوئی ایسا

عمل کرے، جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ ناقابل قبول ہے، اور آپ نے فرمایا: ”کل بدعة ضلالة“ ہر بدعت گمراہی ہے۔ فرمان الہی: ”مخلصین له الدین حنفاء“ شرط ثانی ہے، اور وہ اخلاص ہے، تاکہ اس کی نیت و ارادہ اور میلان و رجحان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں ہو، بلکہ اس کا قصد و ارادہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، اگر اس کی نیت و ارادہ میں غیر اللہ کے لئے کچھ ہوگا تو اس کا عمل ناقابل قبول ہوگا، خواہ اس کا عمل سنت کے مطابق اور وہ خود شرعی ضابطے کا پیرو ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز دین کا ستون ہے، لیکن - مثال کے طور پر - وہ ریاء و نمود کے لئے نماز پڑھتا ہے یا لوگوں کی مدح و ستائش کے لئے صدقہ کرتا ہے یا بہادری میں تعریف کے لئے قتال کرتا ہے تو یہ سب مشروع امور تو ہیں اور شریعت سے ثابت بھی ہیں، مگر اس میں قصد و ارادہ غیر اللہ کے لئے بھی ہے تو اس کا عمل باطل قرار پائے گا اور وہ خود جہنمی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اور رسول اللہ ﷺ کی متابعت، یہی وہ ضابطہ عمل ہے، جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”إنما الأعمال بالنیات وإنما لكل امری ما نوى“ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے، جس کی وہ نیت کرے۔ صورت عمل کا اعتبار نہیں، بلکہ اعتبار کرنے والے کے مقصد کا ہوتا ہے۔ عمل کی بہتری اور سنت سے مطابقت کے ساتھ اگر اس کا قصد و ارادہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو وہ عمل نفع بخش ہے۔ لیکن جس کا قصد غیر اللہ کے لئے ہے تو اس کا عمل نہ درست ہوگا اور نہ ہی مقبول۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہوگی، اسی کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے کہلائے گی..... مطلب: ہجرت جو ایک افضل عمل ہے اور شرک کی جگہ سے توحید کے مقام تک شہر اسلام سے منتقل ہونے سے عبارت ہے اور لوگ ایسا کرتے بھی ہیں، لیکن ان کے ارادے مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ جس کی ہجرت اپنے دین کی خاطر اور اللہ کی رضا کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت صحیح اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہجرت ہوگی، لیکن جو دنیا کی خاطر، مال و دولت حاصل کرنے کی غرض سے ہجرت کئے ہوگا تو بہ ظاہر اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہو، پھر بھی اصلاً و قصداً جس کے لئے ہوگی، اسی کی کہلائے گی۔ مثلاً کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے اس نے ہجرت کی تو اسی کی ہجرت کہلائے گی، گرچہ وہ مہاجروں کے ساتھ نکلا ہو۔ چوں کہ اس کی نیت غیر اللہ کے لئے ہوئی، اس لئے اس کی ہجرت اس کے لئے ہوگی۔ جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے مہاجر نہیں کہلائے گا، وہ اپنے ذاتی مقصد کے لئے مہاجر کہلائے گا، خواہ وہ بہ ظاہر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہجرت کا دعویدار ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے قصد و ارادے کو جانتا ہے اور وہی اعمال کا بدلہ دیتا ہے۔ چنانچہ وہ ہر کسی کے دل کے اخلاص / شرک کو جان کر ہی اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

ارتداد کا فتنہ

ابوعمار

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس میں معاشرت کے آداب و احکام کو بھی بہت واضح اور تفصیل سے بیان کیا گیا، عصمت و عفت کے تحفظ کی اہمیت، اس کے لئے حفاظتی تدابیر خصوصاً عورتوں کے لئے پردہ، اجنبی (نامحرم) کے ساتھ خلوت کی حرمت، اختلاط مرد و زن کی حرمت، گفتگو کے آداب، راستہ چلنے کے آداب، خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنے کی حرمت، ایسا زیور یا چہل جس کی آواز دوسروں کو ملالت کرے، اس سے ممانعت، یہ سارے احکام عصمت و عفت کی حفاظت کے لئے ہی ہیں نیز اس دین میں شادی بیاہ کے مسائل بھی تفصیل سے بیان کر دیئے گئے کہ کن سے رشتہ جائز ہے اور کن سے جائز نہیں، ایک مسلمان مرد و عورت کو اس بات کی تاکید کر دی گئی کہ مشرک اور مشرکہ سے جب تک کہ وہ اپنے دین پر قائم ہوں ہرگز نکاح نہ کریں، کتنے صحابہ و صحابیات جب مسلمان ہوئے تو وہ اپنی بیوی یا شوہر سے الگ ہو گئے اور ان کے اسلام لانے کے منتظر رہے بعض نے اسلام نہ لانے کی وجہ سے دوسرے سے نکاح کر لیا۔

اسلام نے ایک مسلمان مرد و عورت کے لئے غیر مسلم مرد و عورت سے رشتہ ازدواج قائم کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور ایسا کرنے والا اگر اس کو جائز سمجھ کر کرتا ہو تو وہ مرتد یعنی بے دین ہو جاتا ہے، فرمان الہی ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَئِنَّمَا مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَئِنَّمَا مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾ (البقرة: ۲۲۱) اور شرک والی عورتوں سے تم نکاح مت کرو تا وقتیکہ وہ ایمان لے آئیں، ایماندار لونڈی بھی شرک کرنے والی عورت سے بہت بہتر ہے، گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں تم اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، ایماندار غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اب مسلم معاشرہ دیگر شرعی احکام کی طرح اس حکم کی تعمیل میں بھی غفلت اختیار کرنے لگا ہے اور ایسے واقعات پیش کرنے لگے ہیں جن کے بارے میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ کاش یہ پیش نہ آتے۔

ایک تعلیم یافتہ مسلمان لڑکی اپنے غیر مسلم دوست کے ساتھ میرے ایک متعارف کے پاس آئی اور اس غیر مسلم کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، اس شخص کو اس جسارت پر حیرت ہوئی اور افسوس بھی مگر اس نے اس پر کوئی رد عمل ظاہر کرنے کے بجائے ایک عالم دین کے پاس انہیں بھیج دیا، اس عالم دین نے اس لڑکی کو سمجھایا کہ تم مسلمان ہو اور اسلام غیر مسلموں سے شادی کی اجازت نہیں دیتا، تمہارا مذہب مختلف ہے، اس نے کہا کہ مذہب مختلف ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے، ہم دونوں کی ذات

تو ایک ہے، الغرض وہ اپنے فیصلہ پر مصر رہی، پھر لڑکے کو سمجھایا اور اس مسلم لڑکی سے شادی کے انجام پر غور کرنے کی دعوت دی، بات لڑکے کے سمجھ میں آگئی، اس نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور اس شادی سے انکار کر بیٹھا، سنا ہے کہ وہ لڑکی آج تک اس عالم دین کو لعن کرتی ہے۔

اسی طرح اس خبر کو پڑھ کر افسوس ہوا کہ ایک مسلمان سفیر نے بدھ مذہب قبول کر لیا، اگرچہ وہ بدھ مذہب ماننے والوں کے ساتھ ہی رہتا تھا اور اسلامی طور طریقے پر اس کی نہ پرورش ہوئی تھی اور نہ ہی اسلام کے بارے میں اسے بنیادی معلومات تھی اور شاید اس نے پوری زندگی کوئی خطبہ اور تقریر بھی نہ سنی تھی، چنانچہ اپنے ساتھیوں سے متاثر ہو کر اس نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا، ﴿ان الذین ارتدوا علی ادبارهم من بعد ما تبیین لهم الهدی الشیطان سول لهم وأملی لهم﴾ (محمد: ۲۵) بیشک وہ لوگ جو مرتد ہو گئے اس کے بعد کہ ہدایت ان کے لئے واضح ہو گئی، یقیناً شیطان نے اس (برے فعل کو) ان کے لئے مزین کیا اور انہیں ڈھیل دے رکھی ہے (فریب اور جھوٹی امید میں مبتلا کر دیا ہے)۔

اور اسی طرح کہ ایک پرائیویٹ اسکول کی مالکہ مرتد ہو گئی، ہندو مذہب اختیار کر لیا اور اسکول کی معلمات اور ان کے شوہروں کو بھی اس نئے مذہب کے قبول کرنے کی ترغیب دینے لگی، یہ کتنی افسوسناک اور حیرت انگیز بات ہے کہ ایک مسلمان لڑکی غیر مسلم اسکول میں تعلیم حاصل کرتی ہے، غیر مسلم سہیلیوں سے دوستی رکھتی ہے، ان کے گھروں میں آتی جاتی ہے، ان کے مذہبی پروگراموں کو دیکھتی اور سنتی ہے اور پھر ان کے مذہب کو اختیار کر کے اس کی داعی اور مبلغ بن جاتی ہے اور اپنی فیملی شوہر اور بچوں کو بھی اس کے لئے چھوڑ دیتی ہے اور اللہ کا پسندیدہ اور برحق دین سے مرتد ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وإذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فأعرض عنهم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ وأما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین﴾ (انعام: ۶۸)

اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔

نیز اللہ فرماتا ہے: ﴿ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ومالکم من دون اللہ من أولیاء ثم لا تنصرون﴾ (ہود: ۱۱۳) دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیئے جاؤ گے۔

اس لئے ایک مسلمان اپنا دین سب سے زیادہ عزیز رکھے، اس کی حفاظت کے سلسلہ میں ادنیٰ بھی غفلت، تساہلی کا شکار نہ ہو، دوستی کے نام پر مذہبی حدود و قیود کو نظر انداز نہ کر لے اور نہ ہی دوسرے مذاہب کی تقریبات و شعائر میں کوئی دلچسپی رکھے اور نہ انہیں بنظر استحسان دیکھے، دوسروں کے ساتھ اپنے تعلقات میں پوری طرح محتاط اور چوکنا رہے اور والدین حضرات

بھی اپنے بچوں کے تعلقات، دوستی، میل جول پر بہت گہری اور قریب سے نظر رکھیں تاکہ دوستی کے نام پر وہ دھوکہ نہ کھائیں، اور اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ سوسائٹی کا فریب انہیں سب سے بڑے خسارہ سے دوچار نہ کر دے، حدیث میں ہے کہ بنو قریظہ کے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو توریت کا ایک حصہ دیا، اللہ کے رسول ﷺ اسے دیکھ کر غضبناک ہو گئے، فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کی طرح تم لوگ بھی اپنے دین کے بارے میں اضطراب و انتشار اور حیرانی میں مبتلا ہونا چاہتے ہو، واللہ میں تم لوگوں کے پاس اللہ کا دین بالکل واضح اور روشن شکل میں لیکر آیا ہوں۔ سعودی عرب کی اللجۃ الدائمۃ کے ایک فتویٰ میں تحریر ہے کہ گذشتہ آسمانی کتابوں میں بہت زیادہ تحریفات اور کمی بیشی کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اس لئے ایک عام مسلمان کا اسے پڑھنا درست نہیں ہے، البتہ جو لوگ دن کا ٹھوس علم رکھتے ہوں اور ان کا مقصد اس کی تحریفات کو بیان کرنا ہو تو ان کے لئے اس کا مطالعہ درست ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب سے تم دین کی کوئی بات مت پوچھو، اس لئے کہ وہ گمراہ ہیں، تمہیں صحیح راستہ کی رہنمائی نہیں کر سکتے، یا تم ان کی باطل باتوں میں سے کسی بات کی تصدیق کر لو گے یا کسی حق بات کی تکذیب کے مرتکب بن جاؤ گے، واللہ اگر موسیٰ بھی تمہارے درمیان موجود ہوتے تو میری اتباع کے علاوہ ان کے لئے کوئی چارہ نہ ہوتا۔

ان نصوص کی روشنی میں یہ بات ایک مسلمان کے لئے کیسے درست ہو سکتی ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے پروگراموں میں دلچسپی رکھے، ان کو نیٹ پر دیکھے، ان کی زینت بنے یا ایسے ٹی وی چینلس جو اسلام کی صداقت کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہوں یا مسلم معاشرہ میں اخلاقی و معاشرتی فساد اور بگاڑ پیدا کرنے کے درپے ہوں مسلمان ایسے پروگراموں کی ٹی آر پی کیونکر بڑھائے۔

علماء اور خطباء حالات کی سنگینی کو محسوس کریں اور عوام کو بھی اس سے خبردار کریں ورنہ ارتداد کا یہ اکا دکا واقعہ ایک بڑے فتنہ کی شکل اختیار کر لے گا اور کل کا مسلم معاشرہ ایک بڑی عجیب و غریب صورت حال سے دوچار ہو جائے گا۔

نیز وہ والدین یا سرپرست حضرات جن کو اس طرح کی صورت حال سے دوچار ہونا پڑا ہو، انہیں چاہئے کہ وہ لامساس اور اچھوت سمجھ کر ایسے لڑکوں یا لڑکیوں سے قطع تعلق نہ کر لیں بلکہ نرمی، محبت، شفقت، دین اور رشتہ کا واسطہ دے کر ان کی اصلاح اور حق کی طرف لوٹنے اور اللہ سے توبہ کرنے کی ترغیب دیں، ان شاء اللہ اخلاص کے ساتھ اگر کوشش کی جائے گی تو بار آور ہوگی۔ اس لئے کہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ انہیں اپنے اس عمل پر ندامت ہو مگر یہ سوچ کر کہ ان کا معاشرہ اب انہیں معاف نہیں کرے گا، وہ اپنی اس غلطی پر قائم رہ جائیں اور معاشرہ کا سخت رویہ ان کے لئے حق کی طرف لوٹنے کا راستہ بند کر دے۔

اسلام اور رشتہ مصاہرت

عبدالسمیع محمد ہارون سلفی

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ”وہو الذي خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا وکان ربك قدیرا“ (الفرقان: ۵۴) اور وہی وہ ذات ہے جس نے پانی سے انسانی کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سرالی رشتوں والا کر دیا، بلاشبہ آپ کا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے۔ اس آیت میں اللہ نے اپنی عظمت و رحمت کے مظاہر میں سے ایک مظہر یہ بتایا کہ اللہ کی ذات وہی ہے جس نے بنی نوع انسان کو ایک حقیر پانی سے پیدا کیا اور یہ کہ وہی وہ ذات ہے جس نے انسانوں کو نسبی رشتہ دار بنائے اور سرالی رشتہ دار بنائے۔ نسبی رشتہ دار وہ کہلاتے ہیں جو باپ یا ماں کی طرف سے ہوں، علماء کرام اور مفسرین عظام کی وضاحت کے مطابق صحیح نصوص سے ثابت ہے کہ نسبی رشتہ کی طرح وہ رشتہ بھی ہے جو رضاعت کی طرف سے قائم ہوتا ہے، جیسا کہ مشہور حدیث ہے: ”یحرم من الرضاۃ ما یحرم من النسب“ (متفق علیہ) جبکہ سرالی رشتہ دار وہ ہیں جو بیوی کی جانب سے ہوتے ہیں جیسے ساس، سر، سالہ، سالی وغیرہ۔

نسبی رشتہ داروں کی بابت عام طور پر لوگ ان کے حقوق و واجبات کے تعلق سے کم و بیش علم رکھتے ہیں مگر رشتہ مصاہرت یا سرالی رشتہ کے لوگوں کے تعلق سے آدمی پر کیا حقوق و واجبات ہیں شاید ہی جاننے ہیں یا جاننے کی سعی کرتے ہیں، بلکہ مشاہدہ تو یہ ہے کہ لوگ سرالی رشتہ کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے، لڑکا یا لڑکی اگر اپنے رشتہ مصاہرت کا کم و بیش خیال بھی کرتے یا کرنا چاہتے ہیں تو ان کے اہل خانہ خصوصاً لڑکا کے اہل خانہ ان کو سرالی رشتہ کے تعلق سے از حد پابند رکھنے کی سعی مذموم کرتے ہیں، ان کی یہ سعی اور کوشش ہوتی ہے کہ ان کا لڑکا اپنے سرالی رشتہ داروں سے زیادہ تال میل نہ کرے، ان کو زیادہ اہمیت نہ دیا کرے، مانو جیسے وہ رشتہ دار ہیں ہی نہیں، جیسے ان کے حقوق و واجبات ہی نہیں ہیں۔

اسلامی شریعت میں رشتہ ناطے کے تعلق سے جو تاکید ہے انہیں جوڑنے کے جو فوائد اور ثواب بتائے گئے ہیں نیز ان رشتوں کو توڑنے کی جو مذمت اور سزائیں قرآن و حدیث میں بیان ہیں ان کے بیان کا یہ موقع نہیں اور نہ ہی مناسب ہے، تاہم رشتہ مصاہرت بھی ایک ثابت اور قابل قدر رشتہ ہے، جس کے بھی حقوق ہیں، ان کی بابت بھی اسلام کا حکم ہے، اس کو جاننے اور سمجھنے کے لئے سب سے پہلی بات یہ ذہن میں ہونی چاہئے کہ اسلام بحیثیت مجموعی رشتہ ناطے کے تعلق سے کیا تعلیم دیتا ہے، جس میں بہر حال نسبی و رضاعی رشتہ دار آتے ہیں تو بلاشبہ سرالی رشتہ دار بھی آتے ہیں اور یوں ہر ایک رشتہ دار کے ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں اسی طرح سرالی رشتہ داروں کے بھی حقوق ہیں، لہذا یہ لوگ بھی دوسرے رشتہ داروں کی طرح ہمارے اور آپ کے حسن سلوک کے مستحق

ہیں، جس کی ادائیگی پر ہمیں ثواب اور عدم ادائیگی پر عتاب ہوگا۔

مزید برآں سرالی رشتہ داروں کی اہمیت اور اس کے ساتھ حسن سلوک صحیح نصوص سے بھی ثابت ہے، مثلاً جب اللہ نے فرمایا: ﴿حُرِّمْتُ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ.....﴾ ﴿الآیۃ توان میں بیوی کی ماؤں کو بھی محرمات میں شامل کیا کہ لوگ تم اپنی ساسوں سے شادی نہ کرو کہ وہ تمہارے لئے قابل احترام عورتوں میں سے ہیں، یہ آیت رشتہ مصاہرت کے قابل احترام ہونے کی جانب اگر اشارہ کرتا ہے تو دوسری جانب نبی ﷺ کی سیرت اور فرمان میں اس کے واضح اور ثابت نمونے ہیں جن سے رشتہ مصاہرت کے قدر کرنے اور ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم و تلقین کی گئی ہے۔

امام نوویؒ نے اپنی مشہور کتاب ”ریاض الصالحین“ میں ایک باب قائم کیا ہے کہ ”یہ باب ہے اپنے باپ، ماں اور بیوی کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے کے بارے میں“، پھر اس باب کے تحت انہوں نے حضرت عائشہؓ سے مروی ایک حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ کی یہ عادت تھی کہ آپ ﷺ بکری ذبح کر اس کے کئی ٹکڑے کرتے اور ان میں سے حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کے رشتہ داروں اور ان کی سہیلیوں کو بھیجا دیتے، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کا بڑا ذکر کرتے تھے، اس پر میں نے کہا کہ لگتا ہے آپ ﷺ کے لئے دنیا میں حضرت خدیجہؓ کے علاوہ کوئی دوسری عورت ہی نہیں ہے؟ آپؐ فرماتے نہیں، ایسی بات نہیں ہے، حضرت خدیجہؓ اصل میں مجھے اس لئے بہت یاد آتی ہے کہ اللہ نے مجھے جو بھی اولاد دی سب انہی سے دی، اور یہ کہ انہوں نے میرے لئے بڑی قربانیاں دیں، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ نبی ﷺ حضرت خدیجہؓ کے رشتہ داروں میں خصوصاً تقسیم کے واسطے بکری ذبح کیا کرتے تھے، بعض میں ہے کہ آپ ﷺ ان کی سہیلیوں یا بسا اوقات اپنی سالی ہالہ بنت خویلدؓ کی آمد پر ان کا بڑا ہی اکرام و اعزاز فرماتے۔

نبی ﷺ کی سیرت کا ایک خاص موضوع آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی ہے، عام مسلمانوں کے لئے اسلام نے بیک وقت چار شادی کرنے کی عدل کی شرط کے ساتھ اجازت دی، جب کہ نبی ﷺ اس اصول سے مستثنیٰ تھے، اللہ نے آپ کو اس سے زائد شادی کرنے کا اختیار دیا اور آپ نے کل گیارہ شادیاں کیں، جن میں سے دو آپ ﷺ کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں، جبکہ ۹ بیویاں آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں، آپ کی سیرت کا یہ پہلو اہل دنیا کے لئے خصوصاً اعداء مخالفین کے لئے جو بھی معنی رکھتا ہو اور وہ اس سے جو بھی نتیجہ اخذ کریں، مگر انصاف پسند اور اہل بصیرت کی نگاہ میں نبی ﷺ کی یہ شادیاں بڑی مصلحت و حکمت پر مبنی تھیں، واقعہ یہ ہے کہ عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ رشتہ مصاہرت کا بڑا خیال رکھتے تھے، داماد کے خلاف نبرد آزما ہونے کی وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے، اس کے لئے وہ ممکن تعاون کے لئے تیار رہتے تھے، یہ مزاج زمانہ جاہلیت کے بعد اسلام کی آمد کے بعد بھی باقی تھا، چنانچہ جس جس قبیلہ میں آپ ﷺ نے شادی کی، اس قبیلہ کے لوگوں کی شادی کے بعد، مخالفت و عداوت کم ہوتی چلی گئی، حضرت خالد سیف اللہ جو قبیلہ مخزوم سے تھے اسلام سے قبل انہوں نے اسلام کو جو زک پہنچایا اسکی ایک مثال غزوہ احد ہے، مگر ان کے قبیلہ میں جب سے آپ ﷺ نے شادی کی ان کی مخالفت کا زور کم ہوتا گیا، یہی حال ابوسفیان کا بھی تھا، یوں آپ ﷺ کے سرالی رشتہ دار آپ کے مخالف ہونے کے باوجود آپ کی قدر کرتے تھے، آپ کے خلاف مقابلہ کی نہیں سوچتے تھے، نبی ﷺ بھی اپنے سرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک

سے دیا کرتے تھے، چنانچہ غزوہ بنو المصطلق یا غزوہ مرسیع کے موقع پر قبیلہ بنو المصطلق کے تقریباً سو گھرانہ کو صحابہ کرامؓ نے قید کر لیا، جب یہ جنگی قیدی بنا کر مدینہ لائے گئے تو آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپس میں سرگوشی کی کہ تم دیکھتے بھی ہو کہ بنو المصطلق کے اتنے سارے وہ لوگ جو ہمارے ہاتھوں قیدی بنے ہیں، کون لوگ ہیں؟ یہ نبی ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں، کیا ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم ان کو اس طرح ذلیل قیدی بنا کر رکھیں، صحابہ کرامؓ نے آپس کے مشورے کے بعد آپ کے تمام سسرالی رشتہ داروں کو بغیر فدیہ کے ہی آزاد کر دیا، ظاہر ہے اس بات کی اطلاع نبی ﷺ کو بھی ہوئی، مگر آپ نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی بلکہ خموشی سے اس کی تائید کی، نبی ﷺ چاہتے تو خود ہی اس سمت میں پہل کر سکتے تھے، مگر چونکہ اسلامی شریعت کے مطابق جنگی قیدی یا تو قبول اسلام کے بعد چھوڑے جاتے تھے یا پھر فدیہ دے کر کے چھوڑے جاتے تھے، الایہ کہ تمام مسلمان اپنی مرضی سے کسی کو کسی خاص علت و حکمت کے سبب چھوڑ دیں، نبی ﷺ خود اس میں پہل کرتے تو ممکن ہے آپ پر سسرالی رشتہ داروں کی حمایت کرنے کی بات کہی جاتی، ہر چند کہ صحابہ کرامؓ سے ایسی توقع نہیں تھی، مگر آپ نے اس معاملہ میں خموشی برتی، مگر آپ کے صحابہؓ نے غالباً آپ کے جذبات کو محسوس کر لیا اور پھر یہ کہ اس دور کے لحاظ سے سسرالی رشتہ داروں کے تعلق سے جو قدر دانی اور حسن سلوک کا مزاج تھا اس کے زیر اثر مسلمانوں نے یہ فیصلہ لیا جس کی تائید ظاہر ہے کہ نبی ﷺ نے بھی کی، پھر اس کا فائدہ بھی مسلمانوں اور اسلام کو ملا کہ وہ تمام قیدی مسلمانوں کے اس حسن سلوک سے متاثر ہوئے اور ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ اگر آپ کے سسرالی رشتہ دار حسن سلوک کیا کرتے تھے تو آپ بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، ”هل جزاء الاحسان الا الاحسان“ مگر مسلم سماج کا اس معاملہ میں یہ المیہ رہا ہے کہ دیگر رشتہ داروں کے مقابلے میں رشتہ مصاہرت کی یا تو قدر ہی نہیں کی جاتی یا پھر اس کو اس قابل ہی نہیں سمجھا جاتا، ایک تعلیم یافتہ اعلیٰ ملازمت یافتہ شخص مجھ سے عموماً فخر سے بیان کرتے اور خوشی خوشی کہتے رہتے ہیں کہ اپنی شادی کے لگ بھگ ۴۰ سال بعد آج تک میں نے اس گھر کا منہ تک نہیں دیکھا، گویا میرا اس رشتہ سے کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے، ایسا ہی کچھ اور متعارف لوگوں کے بارے میں مجھے معلوم ہوا اور ہوتا رہتا ہے، غالباً آپ کو بھی۔ ایسی تو بہت سی مثالیں ہیں کہ لوگ جس چاؤ اور محبت کے ساتھ اپنے لڑکے لڑکی کا بیاہ کرتے ہیں، شادی کے فوراً ہی بعد اس میں دراڑ پڑ جاتا ہے، لڑکا اور لڑکی کے سسرالی رشتہ دار آپس میں تناؤ کا شکار ہو جاتے ہیں، نتیجہ دونوں یا پھر دونوں میں سے ایک اپنے سسرالی رشتہ داروں سے جڑنے سے قبل ہی ٹوٹ کر رہ جاتے ہیں، یاد رہے کہ رشتے ناطے جو بھی ہیں سب بہر حال قابل احترام اور حسن سلوک کے مستحق ہیں، رشتہ مصاہرت ان سے الگ نہیں ہے، یہی وہ رشتے ہیں جن سے آدمی جڑ کر متحد اور طاقتور بنتا ہے جس دین و دنیا کی بہت ساری سعادتیں اور بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔ اس لئے لڑکا اور لڑکی کے ساتھ ان کے گارجینوں کو بھی چاہئے کہ وہ رشتہ مصاہرت کی قدر کریں، لڑکا یا لڑکی اگر ایسا کرتے ہیں تو گارجین اس میں حائل نہ ہوں اور ایسے ایسے معنی میں نہ لیکر اس بابت اسلام کی تعلیم سمجھ کر اس کی بابت رغبت دلائیں۔

سرزمین دوا بہ میں وہابی تحریک کی سرگرمیاں وہابی تحریک کی بنیاد اور آغاز

(قسط: ۳)

صدیق احمد نقیس احمد
فاضل جامعہ سلفیہ

وہابی تحریک کے عزائم و مقاصد:

کوئی بھی تحریک یا تنظیم ہو اس کا ایک خاص نصب العین ہوتا ہے جس کی بنیاد پر وہ اپنے دعوتی مشن کو آگے بڑھاتی ہے، وہابی تحریک جن خاص بنیادی مقاصد کو لے کر وجود میں آئی وہ وہی مقاصد عظمیٰ تھے جسے نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر کیا گیا تھا۔ غلام رسول مہر مکتوبات شاہ اسماعیل شہیدؒ کے حوالے سے تین بنیادی مقاصد کا ذکر کرتے ہیں، اعلاء کلمۃ رب العالمین احیاء سنت سید المرسلین اور استخلاص بلاد المسلمین از دست کفرہ متبرکہ۔^۱

جب سید احمد شہیدؒ نے اس بارگراں کو اٹھایا تو سب سے اہم مسئلہ درپیش ہوا کہ اس مشن کی ابتداء کیسے کی جائے؟ انہوں نے عہد نبوی اور صحابہ کو پڑھا اور سنا تھا اور ان کے ابتدائی حالات کا انہیں علم تھا کہ کس بے سرو سامانی اور بے چارگی کے عالم میں کفار کا مقابلہ کیا تھا، اور ایمان و عقیدہ کی طاقت نے ان کو اس قدر جری و بہادر بنا دیا تھا کہ قیصر و کسریٰ کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اس لئے آغاز تحریک میں سید احمد شہید رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء کا رکی تمام ترک و کاوش و جان فشانی اصلاح معاشرہ اور عقیدہ کی درستگی میں صرف ہوئیں۔ انہوں نے لوگوں کو دین فطرت اور شریعت محمدیہ کے چشمہ صافی سے سیراب کرنا شروع کر دیا۔ اور عوام الناس کو صحیح اور خالص اسلامی رہ گزری رہنمائی کی وہ تمام مشرکانہ و ملحدانہ اور بدعی رسم و رواج ترک کرنے کی ترغیب دلائی جو مسلمانوں میں ملحدین و مشرکین اور صوفی شعار لوگوں کے اختلاط سے رواج پا گئیں تھیں، خوشی و غمی کے موقع پر بے بنیاد بدعات و خرافات شادی بیاہ اور ختنے میں اسراف، تجہیز و تکفین کی غلط رسمیں، چالیسویں پر روٹی کی تقسیم وغیرہ ایسی برائیاں تھیں، جسے عموماً اپنیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، لیکن ماحول و معاشرہ کے سبب و شتم اور طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے انجام دینا پڑتا تھا، جماعت مجاہدین نے نہ صرف دعوت و تبلیغ و عظ و نصیحت کی، بلکہ ان کے خاتمے کے لئے عملی میدان میں

اترے، نکاح بیوگان کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے سب سے پہلے سید احمد شہید رحمہ اللہ نے اس پر عمل کیا، بیواؤں کو ہندوں کے یہاں منحوس تصور کیا جاتا ہے، ان کے اثر سے مسلمان بھی اس مرض کے شکار ہو گئے۔ ۱۔ جہاد کا سبق جسے عموماً مسلمان فراموش کر چکے تھے، انہیں یاد دلایا، کیونکہ اس کے بغیر تحریک کے عظیم مقاصد پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے تھے اور مسلمانوں کی اس طرح ذہن سازی کی کہ جذبہ جہاد سے وہ سرشار ہو گئے، ایک طرف جماعت مجاہدین نے مسلمانوں کی دینی و اعتقادی حالات کی اصلاح کی تو دوسری طرف اقتصادی و معاشی حالت کو بھی سدھارا، قوم کی ایک بہت بڑی رقم اسراف و تبذیر اور پیروں اور سجادہ نشینوں کے لوٹ گھسوٹ کی نذر ہو جاتی تھی، اس کی حفاظت کا بندوبست کیا، مزاروں کی تعمیر، روضوں کی تزئین، عرس و جلوس اور جشن و میلاد پر مکمل قدغن لگائی، اور اس سے بچنے والی رقم اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت اور جہاد فی سبیل اللہ میں کام آئیں۔ ۲۔ تحریک کی یہی دو طرفہ کارکردگی کے پیش نظر بعض لوگوں کو امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ تحریک مذہبی تھی یا سیاسی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذہب اسلام میں دین و سیاست ایک دوسرے کے ”جزو لاینفک“ ہیں۔

وہابی تحریک: ایک تجزیہ

لفظ وہابی کی حقیقت:

سید احمد شہید رحمہ اللہ کی قائم کردہ تحریک جماعت کے مجاہدین کو وہابیت سے متہم کر کے اس کی عظیم الشان شبیہ کو خراب کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی رہی ہے جو اس تحریک کے حق میں بہت بڑا ظلم ہے، کیوں کہ لفظ وہابی کا اس تحریک سے کوئی واسطہ نہیں، لفظ وہابی حقیقتاً عربی لفظ ہے لیکن انگریزی میں بھی مستعمل ہوا جیسا کہ ”ولیم ہنر“ جو اس تحریک کے توسط سے کافی شہرت رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی ”The Indian Musalman“ میں یہ وضاحت کی ہے کہ ”اگرچہ وہابی ایک عربی لفظ ہے مگر کثرت استعمال سے یہ English یعنی انگریزی کا ایک لفظ بن گیا، اور اس نے اس کی جگہ Wahabi کی ہے۔ ۳۔ بقول ڈاکٹر قیام الدین احمد اس کا صحیح تلفظ وہابی ہے۔ ایک اور انگریز مصنف نے لفظ وہابی کا انگریزی میں دس مختلف ہجوں کا شمار کرایا ہے، اور خود اس نے Wahabiyan کا استعمال کیا ہے۔ نواب صدیق حسن خاں والا جاہ نے اپنی ایک تصنیف ترجمان وہابیہ میں بہ تفصیل لکھا ہے کہ اس لفظ کا پہلی مرتبہ بطور تضحیک استعمال فضل رسول بدایونی نے کیا تھا، خود سید احمد رائے بریلوی نے یا ان کے ہم عصر پیروں نے اپنی تحریک اور نہ ہی اپنے آپ کے لئے اس لفظ کا کہیں بھی استعمال کیا تھا۔ ۴۔

۱۔ موج کوثر ص: ۱۶ ۲۔ ماخوذ مقدمہ ہندوستان میں وہابی تحریک ص: ۲۰

۳۔ سوویر (مجاہدین صادق پور نمبر) ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء ص: ۸

۴۔ حوالہ سابقہ ص: ۹ تا ۸

اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر انیسویں صدی عیسوی کے اوائل کا زمانہ جو نجد کی محمد بن عبدالوہابؒ کی قائم کردہ تحریک تجدید و احیاء دین کے ارتقاء کا زمانہ تھا۔ کفر و شرک کا خاتمہ اور توحید و سنت کی صدائیں تیز ہو رہی تھیں۔ اصلاح دین اور احیاء سنت کے علاوہ عسکری میدانوں میں بھی اس کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ لیکن نجدیوں کا یہ عروج ترکوں مصریوں اور انگریزوں کو ایک لمحہ بھی نہ بھائی، چنانچہ اس تحریک کو بدنام کرنے کے لئے ترکوں نے مولویوں اور پیروں سے تعاون حاصل کیا۔ وہابیت کا لقب بطور خاص اس تحریک کے لئے ایجاد کیا گیا جو ایک مذہبی و سیاسی گالی کی حیثیت رکھتا تھا۔ ایک انگریز مصنف کے مطابق انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں لفظ وہابی ایک سیاسی دشنام کے مترادف تھا۔^۱

تحریک مجاہدین پر ایک اتہام:

تحریک مجاہدین پر وہابیت کا اتہام دیگر عوام الناس کو ایک غلط اور بے بنیاد تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ سید احمد شہید کی قائم کردہ تحریک نجدی تحریک سے متاثر تھی۔ ولیم ہنٹر پہلا مصنف ہے جس نے یہ لکھا کہ سید احمد رائے بریلوی اپنے سفر حج کے بعد ہندوستان واپس آئے تو محمد بن عبدالوہاب کی تحریک سے متاثر ہو کر آئے اور ان کے نقش قدم پر ہندوستان میں وہابی تحریک چلائی۔^۲

لیکن حقیقتاً یہ بہتان تراشی اور افتراء پردازی کا کرشمہ ہے سید احمد شہید رحمہ اللہ کا نجدی تحریک سے متاثر ہونا بیرونِ نجد و حجاز ممکن ہی نہیں کیونکہ جس وقت سید احمد شہید کا ظہور ہوا اس وقت نجدیوں کی دعوت نجد اور اس کے اطراف میں محدود تھی۔ اور حجاز پر قبضے سے پیشتر (۱۲۱۸ھ = ۱۸۰۳ء) دنیائے اسلام میں انہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔^۳ اور رہا اندرونی نجد و حجاز تو اس طرح کے واقعات کا پیش آنا تو یہ بھی دور کی کوڑی ہے۔ کیونکہ سید شہیدؒ اور ان کے رفقاء ۱۸۲۴ء مطابق ۱۲۳۷ھ میں حج بیت اللہ سے فارغ ہوئے، اس سے تقریباً بیس سال پہلے ۹۲ء میں مجدد محمد بن عبدالوہابؒ دنیا سے کوچ کر چکے تھے اور تقریباً دس بارہ سال قبل ۱۸۱۲ء میں نجدیوں کو حرمین سے بے دخل کیا جا چکا تھا۔ جس وقت سید شہید علیہ الرحمۃ نے حج ادا فرمایا اس وقت مکہ مکرمہ میں نجدیوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ حاجیوں کو نجدیوں سے ادنیٰ تعلق کی بنا پر تنگ کیا جاتا تھا۔ نجدیوں کے لئے حرمین کی زمین کس قدر تنگ ہو گئی تھی۔ مسٹر ولیم کی کتاب سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اپنے مشہور کتاب ”The Indian musalman“ میں ایک جگہ لکھتے ہیں: ”کسی وہابی کے لئے ممکن نہ تھا کہ جان جو کھوں میں ڈالے بغیر مکہ کی سڑکوں پر چل سکے۔ یہ حال ۱۸۱۳ء سے ۱۸۴۰ء تک رہا۔“^۴ ایسے پرخطر ماحول میں ملاقات اور متاثر ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر ہنٹر صاحب اپنے

^۱ حوالہ سابقہ ص: ۱۰

^۲ حوالہ سابقہ ص: ۹

^۳ دی انڈین مسلمان ص: ۱۰۰ بحوالہ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک

^۴ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص: ۱۷

دونوں اقوال پر ذرا بھی غور کرتے تو ایسی بہتان تراشی سے محفوظ رہتے اور حقیقت یہ ہے کہ سید شہیدؒ ارادہ حج سے قبل ہی تحریک احیاء دین و جہاد کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ اور آپ کا فریضہ حج کی ادائیگی بھی احیاء دین کی ایک کڑی تھی۔ کیوں کہ اس دور کے علماء راستے کے پر خطر ہونے کی وجہ سے حج کو منسوخ قرار دے چکے تھے۔ آپ نے اس کا دوبارہ اجرا کیا۔ ہاں: اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں تحریکوں کے مابین بعض چیزیں مشترک تھیں، اور یہ بھی ان کے مصدر و مرجع کے متحد ہونے کی وجہ سے ہے کہ کتاب و سنت کے چشمہ صافی سے دونوں تحریکیں سیرابی حاصل کرتی تھیں، جو مذہب اسلام کا اصلی سرچشمہ ہے۔ اس لئے دونوں کا بعض معاملے میں متفق ہونا قدرتی تھا، بعض مضمرات نے اس بنیاد پر بھی تحریک مجاہدین کو وہابیت کی طرف منسوب کرنے میں غلطی کی ہے۔

نقطہ مماثلت:

دونوں تحریکیں جب وجود میں آئیں تو اس وقت دونوں ملکوں کے حالات و کوائف تقریباً ایک ہی تھے۔ شرک و بدعت کا طوفان مذہب اسلام کو جڑ سے اکھاڑ دینے پر تلاش ہوا تھا۔ بنا بریں دونوں تحریکوں نے شرک و بت پرستی بدعات و خرافات کی قلع قمع کرتے ہوئے اپنے دعوتی مشن کو آگے بڑھایا، توحید پر زور دیا محمد بن عبد الوہابؒ کی ”التوحید“ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ”تقویۃ الایمان“ اس کا بین ثبوت ہیں۔ محترم مسعود عالم ندوی انسائیکلو پیڈیا آف الاسلام سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں:

”کچھ دنوں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ (سید صاحب) وعظ و ارشاد کے لئے دورہ کرنے لگے۔ ان کے خیالات ایک حد تک عرب وہابیوں سے ملتے جلتے ہیں سادہ عبادت، بدعات سے اجتناب، خرافات پر عقیدت سے بعد اور انبیاء کی تعظیم میں حد سے زیادہ غلو سے پرہیز۔ ان امور میں ان کے اور نجدی وہابیوں کے درمیان مماثلت ہے۔“ ۲

نقطہ اختلاف:

اس کے باوجود دونوں تحریک کے مابین تفریق کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک ہندوستانی تحریک کا سیاسی پہلو ہے اس وقت انگریزوں کے فریبی ہاتھ اقتدار پر قابض ہو گئے تھے۔ اور ایک ہمسایہ وحشی قوم پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کو اپنے پنجرہ استبداد میں جکڑے ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے سید صاحب جہاد کے لئے اپنے نوعمری سے ہی کوشاں رہتے تھے۔ آپ کا کوئی مکتوب فریضہ جہاد کی ترغیب سے خالی نہیں ہے۔ اس کے برخلاف شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ نے جہاد کی بنسبت

۱۔ تاریخ دعوت و جہاد برصغیر کے تناظر میں ص: ۱۵۴

۲۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص: ۱۸

شرک و بدعت کی تردید و سنت کی احیاء کو زیادہ ترجیح دی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتاب التوحید: میں جہاد پر کوئی فصل نہیں ملتی۔ ہندوستانی تحریک کا دوسرا امتیازی پہلو اس کا مہدوی تحریک سے اتفاق ہے۔

ڈاکٹر قیام الدین احمد رقمطراز ہیں:

”ہندوستانی وہابیت کا دوسرا طرہ امتیاز ایک مرحلہ پر مہدوی تحریک سے اس کا اتفاق ہے۔ مہدی موعود کے ظہور کے عقیدے پر ہندوستانی وہابیوں نے کثیر لٹریچر فراہم کر لیا تھا۔ اس کے بعد سید احمدؒ نے رحلت کی۔ مہدوی تحریکات سے یہ اتفاق و مماثل عرب میں کبھی رونما نہ ہوا۔“^۱

حقیقت یہ ہے:

جب یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کی تحریک ہندوستانی کا نجدی تحریک سے کوئی تعلق نہیں تو پھر آخر کیوں اس کو وہابیت کا خطاب دیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سیاسی ذہنیت کی اچھ ہے، ولیم ہنٹر اور ان کے ہم عصر انگریز افسران کا اپنی رپورٹوں اور سرکاری خط و کتابت و دستاویز میں اس لفظ پر زور دینا ایک سیاسی مصلحت تھی، محمد بن عبد الوہاب اور ان کے رفقاء سعود بن عبد العزیز کے عہد میں ۱۸۰۶ء میں مکہ معظمہ پر جب قابض ہوئے تو انہوں نے بعض سخت اقدامات کئے جس کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں میں سخت ناگواری پھیل گئی۔ انگریزی مصنفین اور افسران کے ذریعہ سید احمد شہیدؒ کی تحریک کو وہابی کہنا ایک تیر سے دوشکار کرنا تھا، پہلا تو یہی کہ مسلمانوں کے مابین وہابیت کو ہوادے کر سابقہ ناخوشگوار حالات کا اعادہ کرنا اور دوسرا برطانوی حکومت کے اہل کاروں کی نظر میں جماعت مجاہدین کو ”مذہبی جنون“ اور ”باغی“ باور کرانا۔^۲ بطور گالی وہابیت کی اس قدر تشہیر کی گئی کہ اس کے تئیں لوگوں کی ذہنیت نفرت و عداوت سے پر ہوگئی، اور انگریزوں کا یہ معمول ہو گیا کہ جب بھی دنیائے اسلام کی افق پر کوئی مفید اور کارآمد تحریک ابھرتی تو وہابیت کے بدنام زمانہ خطاب سے نواز دیتے اور اس کے تئیں نفرت و حقارت کی فضا خود بخود تیار ہو جاتی۔

وہابیت کو لے کر عدالت میں:

وہابیت کی ہوا یوں چل رہی تھی کہ انقلاب ۱۸۵۷ء برپا کر دیا گیا۔ اس انقلاب کے فرو ہونے کے بعد اچانک وہابی طوفان کا رخ جماعت مجاہدین کے ایک خاص گروہ جماعت الحمد یث کی طرف کر دیا گیا۔ انگریزوں نے جب مجرمین کی پکڑ دھکڑ شروع کی تو سب سے بڑی گانج وہابیوں پر گری اس لئے کہ اس جماعت کا انقلاب میں نمایاں کردار رہا ہے۔ چنانچہ حالیہ

^۱ ہندوستان میں وہابی تحریک ص: ۵۸

^۲ سودیر ۱۲۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء ص: ۱۰

کتاب وسنت کے داروسن کا دور شروع ہو گیا۔ جائداد کی ضبطی، پھانسی کے تختے، کالا پانی اور دیگر سزاؤں نے ان کا استقبال کیا۔ طرح طرح کے ظلم واستبداد کا سامنا کرنا پڑا۔ افسوس تو یہ ہے کہ یہ سب اپنوں کی کرم فرمائی کا نتیجہ تھا جو اپنے انگریز آقا کے لئے اہلحدیثوں کی مخبری کیا کرتے تھے اور باقاعدہ وہابیوں کی شناخت کے لئے مخصوص علامت وضع کی گئی جس کا تذکرہ محترم مسعود عالم ندوی کچھ یوں کرتے ہیں:

”.....آگے چل کر جب مجاہدین کی داروگیر شروع ہوئی اور ہر آئین بالجہر کہنے والے پر وہابی کا شبہہ کیا گیا اور وہابی کے معنی سرکاری زبان میں باغی کے ہو گئے۔“^۱

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس وقت اہل حدیثوں پر کیا گزر رہی ہوگی، ایسی ناگفتہ بہ حالت میں امیر جماعت اہلحدیث مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ۱۸۸۴ء میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک عرضی داخل کی کہ ہماری جماعت کو اہلحدیث کے نام سے پکارا جائے، چنانچہ درخواست منظور ہوئی جس کی تفصیل میں ڈاکٹر قیام الدین لکھتے ہیں:

”مگر خود گورنمنٹ کے مخالفین ہونے کے الزام سے بچانے کے لئے پنجاب کے کچھ لوگوں نے اپنے دفاع میں ایک عرضداشت پیش کی اور اپنی جماعت کے لوگوں کو اہلحدیث کہے جانے کے لئے دعویٰ پیش کیا، پہلے لفٹننٹ گورنر پنجاب اور بعد میں حکومت ہندوستان نے ان عرضداشتوں پر غور کرنے کے بعد ۱۸۸۶ء میں بذریعہ سرکاری گزٹ حکم جاری کر دیا کہ سرکاری کاغذات اور خط و کتابت میں انہیں جماعت اہلحدیث کہا جائے، پھر حکومت بنگال، بمبئی، مدراس اور شمالی مغربی صوبہ (موجودہ صوبہ اتر پردیش) نے ۹۰-۱۸۸۸ء کے دوران اسی طرح کے احکام جاری کر دیئے مگر غیر سرکاری حلقوں میں اور عوام میں لفظ وہابی استعمال کیا جاتا رہا“۔^۲

لیکن چونکہ عوام الناس اور قدیم سرکاری دستاویزیں یہ تحریک ”وہابی تحریک“ سے متعارف ہے، اس لئے آج ہم بھی اسی نام سے اس کو پکارنے پر مجبور ہیں۔

(جاری)



۱۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص: ۲۰

۲۔ سو نیو ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء ص: ۱۰

استاذ محترم علیہ رحمۃ اللہ

حماد عبدالغفار

ہزاروں سوگواروں کے درمیان جب استاذ محترم ”دکتور مقتدی حسن ازہری“ رحمہ اللہ کی تدفین ہو رہی تھی تو رہ کر ذہن میں یہ خیال آ رہا تھا کہ ہم نے ایک ادیب اریب کو نہیں، علم و ادب کے ایک ستون کو دفن کر دیا ہے، بلاشبہ شیخ ان بالغہ روزگار ہستیوں میں سے تھے جنکی شہرت سے کہیں زیادہ ان کا علم تھا جن کی فکر تعمیری تھی، جن کی شخصیت ہر مسلک و مذہب کے ماننے والوں کے یہاں پسندیدہ تھی، آپ کی ذات کسی ایک خاص طبقہ کے لئے نہیں پورے ملک کے لئے مفید تھی، آپ کی وفات پورے ملک کے لئے خسارہ کا باعث ہے۔

آپ عربی زبان کے ماہر اسکالر تھے، شاید عربی زبان آپ کے بعد یہ مرثیہ خوانی کرے:

إلى معشر الكتاب والجمع حافل بسطت رجائی بعد بسط شکاتی
استاذ محترم رحمہ اللہ سے ایک سال تک تفسیر کی دو کتابوں ”تفسیر بیضاوی“ و ”المنار“ کے بعض اجزاء کے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، دوران درس آپ کی زبان سے ادا ہونے والا ہر لفظ آپ کے غزرات علمی کا پتہ دیتا تھا۔ لغات کی تشریح کرتے وقت آپ کی عربی زبان پر قدرت نمایاں ہو جاتی تھی، واضح و جامع الفاظ میں مطالب بیان کرتے، آیتوں کی تفسیر کا دلنشین انداز مسلمانوں کو درپیش مسائل کا قرآنی حل، عربی وارد و کاسین امتزاج یہ وہ چیزیں ہیں جن کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔
درس میں طلباء سے آپ کا رویہ ہمیشہ دوستانہ رہا، دوران درس علمی لطائف کا پیش کرنا اس کا بین ثبوت ہے، مجھے آپ کا بیان کردہ ایک لطیفہ بار بار یاد آ جاتا ہے کہ کسی امیر نے ایک مدرسہ میں جا کر طلباء سے سوال کیا اور انعام بھی دیا، ایک طالب علم سے سوال کیا: ”تبارک الذی بیدہ الملک وهو علی کل شیء قدیر“ میں ”و“ کیا ہے، طالب علم نے برجستہ جواب دیا، عاطفہ ہے، جواب سنکر اس کو بھی انعام دیا، لوگوں نے حیرت سے پوچھا، ”حضور“ جواب تو غلط ہے کہا، اس بناء پر انعام دیا ہوں کہ کم از کم اسے اتنا تو معلوم ہے کہ کوئی ”و“ عاطفہ بھی ہوتا ہے! لیکن افسوس آپ کی علمی مجالس سے ہم محروم کر دئے گئے، سال نو میں جب آپ کو راقم کے مقالہ کا مشرف کیا گیا تو آپ سے استفادہ کی چاہت دوچند ہو گئی اور میری خوشی کی انتہا نہ رہی، لیکن افسوس قدرت کے اٹل قانون نے مجھ سے زندگی کا سب سے بڑا اعزاز بھی چھین لیا اور میرا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا!

قد أطلق العين الدموع بمحنة حلت فأفنت ود صفی، حازم
آپ کبھی کبھی طلباء کے سامنے محاضرات بھی پیش کرتے تھے، منہج سلف کے موضوع پر کئی محاضروں میں شریک ہونے کا

موقع ملا، ہر بات مدلل اور مستند حوالوں سے ذکر کرتے، موضوع کے تمام نکات پر مگر گفتگو کرتے۔ استاذ محترم رحمہ اللہ ملت کے بہت بڑے مفکر تھے، مسلمانوں کی زبوں حالی پر آپ ہمیشہ غمگین رہے، آپ کی تقریروں و تحریروں میں ملت کی پسماندگی کا ورد جھلکتا تھا، دورانِ درس بھی آپ خود کو روک نہ پاتے، آپ نے کسی ایک علاقہ و طبقہ کے لئے نہیں پورے ملک و پوری دنیا کے مسلمانوں کے بارے میں سوچا، آپ کی تحریروں آپ کے اس فکر کی ترجمانی ہیں، صوتِ الامۃ و محدث وغیرہ میں آپ کے مضامین اسی کے تصدیق کرتے ہیں۔

استاذ محترم کہا کرتے تھے، آج مسلمان نے رفع الیدین، تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا سنت ہے کہ واجب، یا اس جیسے دیگر مسلکی اختلافات میں پڑ کر اصل چیزوں کو بھولے جا رہے ہیں، عقیدے سے دوری کا یہ عالم ہے کہ بہتوں کو کلمہ شہادت تک یاد نہیں ہے، لیکن اس کی فکر کوئی نہیں کرتا، فروعی مسائل میں الجھ کر اپنا شیرازہ منتشر کر رہے ہیں۔ اللہ رب العالمین امت کو ہدایت دے۔

استاذ محترم جامعہ سلفیہ کے صرف استاذ ہی نہیں طلباء کے مربی بھی تھے، آپ ان پاکیزہ نفوس میں سے تھے جامعہ سلفیہ جن کی گود میں میں پلا بڑھا، آپ نے جامعہ کو اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، مختلف ممالک میں، جامعہ کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہو کر اس کا تعارف کرایا، آپ کی وفات سے جامعہ کو جو عظیم نقصان پہونچا ہے اس کی تلافی برسوں تک نہ ہو سکے گی۔ آپ نے نبی ﷺ کی ذات و اسلام پر ہو رہے بہت سے اعتراضات، اور تحقیق کے نام پر مویشگائیاں کرنے والوں کی نام نہاد تحقیق کا نہ صرف جواب دیا، بلکہ دورانِ درس طلباء کو اپنے اندر مطالعہ کا شوق پیدا کرنے اور دشمنوں کے اعتراضات سمجھنے و جواب دینے پر ابھارتے رہتے تھے۔

آپ نہایت متحمل المزاج تھے، عبارت پڑھتے وقت جب ہم سے کوئی فاش غلطی ہو جاتی تو مسکرا کر فرماتے یہ مطبخ کی روٹی نہیں ہے جناب، یہی آپ کا سخت ترین جملہ ہوتا تھا۔

طبیعت اس قدر سلیقہ مند و ترتیب پسند تھی کہ مختلف موضوعات پر مطالعہ کرتے وقت جو نوٹ بناتے الگ الگ فائلوں میں رکھتے جاتے تاکہ ضرورت پر بروقت مل سکے، ہمیں تعجب ہوتا، اتنا منہمک رہنے والا شخص اتنی خوش اسلوبی سے یہ سب کیسے کر لے جاتا ہے، جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ چار کتابیں رہتی ہیں کوئی الماری میں کوئی بستر پر کوئی بستر کے نیچے، ضرورت پڑنے پر پورا کمرہ الٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

شیخ رحمہ اللہ کے علمی بلندی، ہمہ جہتی خدمات اور وفات کے بعد شرکائے جنازہ کی کثرت دیکھ کر بے ساختہ لبوں پر یہ شعر آ جاتا ہے۔

لحق أنت احدى المعجزات
ورحمته غواد رائحات

علو فی الحیاة وفی الممات
علیک تحیة الرحمن تنری

☆☆☆

تعداد از دواج اور اسلام

اسامہ احمد صغیر احمد
متعلم جامعہ سلفیہ، بنارس

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ مذہب اسلام محض ایک مستحکم عقیدہ، روحانی پاکیزگی یا انسانی اعمال کی تہذیب و تنظیم کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ہمہ گیر و ہمہ جہت ہے جو اپنے احاطے میں ایک عادلانہ نظام معیشت، متوازن معاشرتی نظام، مخصوص فلسفہ حیات، موزوں نظام سیاست، تربیت جسمانی کا ایک عمدہ نظام اور دیگر نوع بنوع خصوصیات و امتیازات کو سموئے ہوئے ہے، یہی تمام اشیاء دراصل اس کے بنیادی عقائد اور اخلاقی و روحانی تعلیمات کے برگ و بار ہیں، یہ ایک ایسا زندہ جاوید اور پھلتا پھولتا نظام حیات ہے جس میں ایسے تن و مند عناصر شامل ہیں جو اس سسکتی، بلکتی اور قدر مذلت میں لڑھکتی انسانیت کی اولین ضرورت ہیں، یہی وہ وجوہات و اسباب ہیں جنہوں نے مذہب اسلام کو دن و نئی رات چوگنی ترقی عطا فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلام چہار دانگ عالم میں پھیل گیا۔

مذہب اسلام کی فتح و کامرانی، اقدار انسانیت کا سطوت و غلبہ اور ظلم و طغیان کی تیخ کنی اعداء اسلام و انسانیت (یہود و نصاریٰ) سے دیکھی نہیں گئی، چنانچہ وہ اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئے اور عہدِ وسطیٰ میں یورپ اور دنیا کے اسلام کے مابین خوفناک صلیبی جنگیں ہوئیں، دوسری طرف مغربی منکرین اسلام فکری جنگ کے درپے ہوئے اور طے کیا کہ اسلامی تعلیمات کو استہزاء و تمسخر کا نشانہ بنا کر، اس کی تاریک سے تاریک تصویر پیش کر کے اور اس کے صاف و شفاف چہرے کو داغ دار ظاہر کر کے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کر دیا جائے مگر ان کی یہ ناپاک سازشیں اور عیاریاں کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتیں، کیوں کہ رب العالمین کا فرمان: ”یُرِیدُونَ لِیُطْفَؤْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَہِہُمْ وَاللّٰہُ مَتَمُّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ“^۱۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پے خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اعدائے اسلام نے اس مقصد کی برآری کے لئے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات پر طرح طرح کے بے جا اعتراضات کئے اور تعداد از دواج اسلام کی من جملہ تعلیمات میں سے ہے جن کو ان لوگوں نے ہدف اعتراض بنایا ہے اور جس پر بہت زیادہ رد و قدح ہوئی ہے۔

رشتہ ازدواج کا اسلامی تصور:

انسانی معاشرہ کو صالح بنیادوں پر استوار کرنے میں اسلام کا کردار بے حد مؤثر اور مفید ہے، اس نے شادی کو ایک فطری اور مقدس رشتہ قرار دیا ہے اور میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لئے خیر و برکت اور الفت و سعادت کا باعث کہا ہے۔ ۱۔ اسلام کے نزدیک شادی ایک مضبوط بندھن اور اپنے تمام تر مفاہیم کے ساتھ ایک ٹھوس ذمہ داری ہے، اس ذمہ داری کا تعلق خود زندگی سے بھی، معاشرت سے بھی اور نسل انسانی کی بقاء سے بھی ہے۔ ۲۔ اس سے اخلاقی پاکیزگی، وسعت قلب، محبت و سلامتی، جذبہِ ترحم و طمانیت اور نفسانی خواہشات پر قدرت حاصل ہوتی ہے اسے ایک ذمہ دارانہ عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ ۳۔ نسل انسانی کی ارتقاء اور اخلاق و کردار کی استواری میں شادی کی اہمیت ہی کی بنا پر رسول اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات میں نکاح کی ترغیب دی ہے اور تجرد کی زندگی کو معیوب اور پرخطر قرار دیا ہے، ارشاد ہے: ”یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج“ ۴۔ ترجمہ: اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جس کے پاس بھی نکاح کرنے کے لئے مالی طاقت ہو وہ ضرور نکاح کر لے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے۔ ۵۔

تعداد ازدواج کا صحیح مفہوم:

درحقیقت تعداد ازدواج عام لفظ ہے جو ”چند زنی“ یا ”چند شوہری“ دونوں کو محیط ہے یعنی بیک وقت ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا، یا ایک سے زیادہ شوہر رکھنا، اگر کوئی مرد بیک وقت ایک سے زیادہ بیویاں رکھتا ہے تو اس کے لئے زیادہ قطعی اور واضح اصطلاح ”چند زنی“ ہے جسے تعداد ازدواج بھی کہہ سکتے ہیں، اور یہاں اس سے مراد دراصل ”چند زنی“ ہی ہے۔ اور ”چند زنی“ مختلف ادوار میں اقوام عالم میں رائج رہی ہے۔ ۶۔

تعداد ازدواج کا حکم:

تعداد ازدواج کو چند شروط و قیود کے ساتھ مذہب اسلام نے جائز اور مباح قرار دیا ہے۔ ۷۔ ارشاد باری ہے:

”فَانكحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَثُلَاثًا وَرَبَاعًا“ ۸۔

۲۔ اسلام ایک زندہ حقیقت ص: ۲۱۶

۱۔ خاتون اسلام ص: ۱۲۸

۴۔ بخاری مع الفتح کتاب النکاح ج: ۹/۱۳۴

۳۔ ایضاً ص: ۲۱۶-۲۱۷

۶۔ اسلام ایک زندہ حقیقت ص: ۱۲-۱۱

۵۔ اسلام ایک زندہ حقیقت ص: ۲۱۶

۸۔ النساء: آیت ۳

۷۔ فتح الباری ج: ۹/۱۷۴

تعدد از دواج كے اسلامى شروط و قیود:

نبی کریم ﷺ كے زمانے میں تعدد از دواج كا رواج اس زمانے كی معاشرتی زندگی كی جڑوں میں سرایت كئے ہوئے تھا، اس كے كچھ بھی حدود و قیود اور ضوابط نہیں تھے، لوگ بكثرت شادی كر كے ظلم و زیادتی كے مرتكب ہوتے تھے، اسلام اس بدنظمی كو كبھی برداشت نہیں كر سكتا تھا تو جس طرح اس زمانے كی دیگر بری رسومات كی اصلاح كی طرف اسلام نے اپنی توجہ مبذول كی اسی طرح اس رواج كو بھی مہذب و منظم بنانے كے لئے اقدامات كئے تاكه اس كی روایتی خرابیوں كو دور كر كے اس كے فوائد كو یقینی بنایا جاسكے، چنانچہ اس كے لئے مذهب اسلام كی بابركت اصلاح كے ذریعے حسب ذیل شروط و قیود اور ضوابط وحدود مقرر ہوئے۔^۱

بیویوں كے مابین عدل و انصاف:

تعدد كے لئے بیویوں كے مابین ان تمام امور میں عدل و مساوات برتنا شرط ہے جس میں یہ عمل ممكن ہو جیسے نان و نفقہ، لباس و رہائش، خورد و نوش اور شب باشی وغیرہ۔^۲ عدل و انصاف اسلام كے نظام معاملات كی جان ہے، اس نے اس معاملے میں عدل كو اس قدر اہمیت دی ہے كه اگر یہ اندیشہ بھی محسوس ہوكه بیویوں كے مابین انصاف نہیں ہو سكتا تو ایک ہی پر اكتفاء كرو^۳ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةٌ^۴ ترجمہ: لیكن اگر تمہیں برابری نہ كر سکنے كا خوف ہو تو ایک ہی كافى ہے (جونائزہؓ ۲۰۲) تقریباً تمام مفسرین اس جانب گئے ہیں كه اگر تعدد كی صورت میں نا انصافی كا اندیشہ ہو تو ایک پر اكتفاء ضرورى ہے۔^۵ بیویوں كے مابین عدل و انصاف نہ كرنے پر پرخت و عید آئی ہے، ارشاد نبوی ہے: ”اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ شِقَقُهُ سَاقِطٌ“^۶ یعنی جس شخص كے پاس دو بیویاں ہوں اور ان دونوں میں عدل و انصاف نہ كرے تو وہ بروز قیامت مفلوج ہو كر آئے گا۔^۷

۲- مالی استعداد:

تعدد كے لئے ایک شرط یہ بھی ہے كه وہ مالی لحاظ سے اس حیثیت میں ہوكه پہلی بیوی كے ساتھ دوسری بیوی اور اس كی

^۱ المرأة بین الفقہ والقانون ص: ۹۷

^۲ اسلام ایک زندہ حقیقت ص: ۳۱۴

^۳ تفسیر طبری ۴/۲۹۳

^۴ النساء آیت ۳

^۵ جامع ترمذی، کتاب النكاح، باب ما جاء فی التتویة... ص: ۲۷۶

^۶ الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۹/۶۵۹۳

اولاد کے نان و نفقہ کی ذمہ داری سنبھالے اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرنے کی قدرت رکھتا ہو، امام شافعیؒ نے: ”ذلک أدنی الاعتولوا“^۱ کی یہی تفسیر ہے^۲

۳- جسمانی قوت:

وہ جسمانی قوت کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ اپنی بیویوں کے جنسی حقوق کی تکمیل کر سکے اور زن و شوہر کے تعلقات قائم رکھ سکے ورنہ ایک پراکتفاء کرنا چاہئے۔^۳

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ”آدمی کو معروف کے مطابق بیوی سے ہمبستری کرنا چاہئے، یہ اس کے خورد و نوش سے زیادہ اہم ہے“۔^۴

(جاری)



خریداران محدث سے التماس

معزز قارئین کرام!

دار التالیف جامعہ سلفیہ سے نکلنے والا آپ کا پسندیدہ مجلہ ”ماہنامہ محدث بنارس“ آپ حضرات کے تعاون سے شائع ہو رہا ہے اور خلق کثیر اس سے مستفید ہو رہی ہے، لہذا تمام خریداران محدث سے التماس ہے کہ جن حضرات کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے وہ اپنا زر تعاون اپنے اشتراک نمبر کے ساتھ (جو آپ کے پتہ کے ساتھ تحریر ہے) قریبی فرصت میں ارسال فرمائیں۔

مجھے قوی امید ہے کہ آپ اس اپیل پر توجہ فرمائیں گے، جزاکم اللہ خیرا۔

(ادارہ)

^۲ تفسیر ابن کثیر ج ۲/۱۹۰

^۱ النساء آیت: ۳

^۳ مسلمان عورتوں کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ ص: ۱۲۱

^۴ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۲/۲۷۱

”ملک عبدالعزیز لاہیری“ کے نائب نگراں عبدالکریم الزید کا بیان ”۲۷ فیصد اسلامی مخطوطات سعودی لاہیریوں میں ہیں“

راشد حسن فضل حق مبارکپوری

اسلامی مخطوطات کی صیانت و حفاظت اور اس کی طرف توجہ و اہتمام کے سلسلے میں سعودی عرب کی قابل قدر خدمات کی ایک روشن مثال عربی ممالک میں پائے جانے والے اسلامی عربی مخطوطات کے اصل نسخے کا ۲۷ فیصد حصہ سعودی عرب میں پایا جاتا ہے، اسلامی اصلی مخطوطات کی جمع و تدوین و ترمیم اور ان کی فہرست سازی وغیرہ میں مملکت سعودیہ نے تقریباً پچاس سالوں میں جو عظیم الشان کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اسے ریاض کی جنرل لاہیری ”مکتبة الملك عبدالعزيز“ کے نائب نگراں، لاہیریوں کے ماہر اور جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کے مساعداستاد ڈاکٹر عبدالکریم بن عبدالرحمان الزید حفظہ اللہ اپنے تحقیقی مطالعہ میں بیان کیا ہے، اس خدمت میں نہ صرف سعودی حکومت شریک رہی بلکہ سعودی یونیورسٹیاں، لاہیریاں اور تخصص کے مراکز بلکہ اس سے بھی آگے اہل علم کے نجی مکتبات کا بھی اس میں گراں تعاون ہے۔

اسلامی عربی مخطوطات کی طرف اعتناء اور اس کی حفاظت میں سعودی حکومت کی کاوشوں کے متعلق موصوف محقق کا یہ ریسرچ جسے ”نیشنل جنرل لاہیری ملک عبدالعزیز ریاض“ سند اعتبار بخشا ہے، اس میں محترم محقق نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ سرمایہ مخطوطات کی حفاظت و صیانت کا ایک نظام ہونا چاہئے، اور اس نظام پر عمل درآمد کرانے کی ذمہ داری ”قومی لاہیری ملک فہد“ کے سرہو، اگر یہ کام ہو جائے تو یقیناً مخطوطات کے تحفظ کا کامیاب نظام ہوگا، ایک اندازے کے مطابق صرف سعودی عرب میں ان مخطوطات کی اصل کاپی ۱۵۰ ہزار سے زائد ہے، اور فوٹو کاپی کی تعداد ۱۸۸ ہزار سے متجاوز ہے، یہ مخطوطات چوتھی صدی ہجری سے لے کر ۱۳ویں صدی ہجری تک کے ہیں۔

اسلامی عربی مخطوطات کے سلسلے میں سعودی حکومت کی توجہ اور عنایت کا موصوف محقق نے ایک سرسری جائزہ اور ہلکا سا خاکہ پیش کیا ہے، ”جس سے اس جانب حکومت کی مساعی کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے“، سعودی عرب کی اکثر لاہیریوں میں مخطوطات کا ایک الگ سے مستقل شعبہ قائم ہے، جدید تکنیکی آلات کی مدد سے ان مخطوطات کی حفاظت و صیانت و درستی وغیرہ کے لئے ورک شاپ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، ”مرکز الملك فيصل للدراسات والبحوث الاسلامیہ“ کے زیر اشراف ان مخطوطات کی حفاظت کے لئے ملک کے گوشے گوشے میں چلتے پھرتے ورک شاپ کی ایک کثیر تعداد موجود ہے، یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم کے تحقیقاتی

کاموں میں حکومتی امداد کے ذریعہ مخطوطات کا تبادلہ یا ان کی فراہمی ہوتی ہے، مزید برآں ان مخطوطات کی تحقیق کرنے والوں کی حکومت کی جانب سے پذیرائی بھی ہوتی ہے، اور بیرون و اندرون مملکہ تمام ریسرچ اسکالروں تک مخطوطات کی فہرست پہنچانے کا کام بھی حکومتی سطح پر انجام پاتا ہے۔

ریسرچ یہ بھی بتلاتا ہے کہ ”جنرل لائبریری ملک عبدالعزیز“ جسے مخطوطات کو جمع کرنے میں قیادت حاصل ہے، نے مخطوطات کی حفاظت میں غیر معمولی کاوش کا مظاہرہ کیا ہے، اس مکتبہ میں ۱۲ ہزار سے زائد مخطوطے ہیں جس میں ساڑھے چھ ہزار مخطوطے بالکل اصل حالت میں ہیں، اور اس مکتبہ نے ان مخطوطات کی فہرست انٹرنیٹ پر فراہم کر رکھی ہے، اسی طرح سے تمام موجودہ مخطوطات کے مکمل متن کا فوٹو نمبر وائر بین الاقوامی ویب سائٹ میں جاری کر دیا ہے، جو بیس لاکھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، ریسرچ اسکالروں پر توجہ رکھنے والے حضرات با آسانی اس کی ورق گردانی کر کے مطلوبہ مواد حاصل کر سکتے ہیں، مخطوطات کی دنیا میں اس مکتبہ کے یہی وہ عظیم الشان کارنامے ہیں جنہوں نے ملکی و بین الاقوامی سطح پر اسے سب پر فوقیت دے دی، تحقیقاتی مطالعے نے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ عربی اسلامی مخطوطوں کی تقسیم و توزیع ہونی چاہئے، دنیا کے ۱۰۰/ سے زائد ملکوں میں چالیس لاکھ سے زائد مخطوطات موجود ہیں، جن میں ترکستان سرفہرست ہے، جس کے پاس عربی، اردو، فارسی کے ڈھائی لاکھ سے زائد مخطوطے موجود ہیں، پھر دوسرا نمبر ایران کا ہے، جس کے پاس ایک لاکھ سے زائد مخطوطات ہیں، اس پر متزاد اینکے دسیوں ہزار خاصہ علمی مخطوطے یورپ کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں، ان علمی مخطوطات میں ”تہما مصنف“ ابن البواب کی تحریر میں موجود ہے جو ۳۹۱ھ میں لکھا گیا۔

ریسرچ نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ ایک طرف داخلی فتنوں، مسلکی اختلافات و منافرت، بہت سارے اسلامی ممالک پر بیرونی یلغار، غیر ملکی استعمار تو دوسری طرف قدرتی حوادث و تباہی، سیاسی اسباب و محرکات نیز ان مخطوطات کی حفاظت، ان پر تحقیقی عمل اور ان کی فہرست سازی میں ایک لمبی تاخیر اور ان جیسے دیگر اسباب کی بنا پر اسلامی مخطوطات کا ایک معتد بہ حصہ ضائع ہو گیا، تحقیق یہ بھی بتاتی ہے کہ دیار عرب میں پائے جانے والے اسلامی عربی مخطوطات ”جو تیرہ فیصد سے زیادہ نہیں“ کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی جاسکی، اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیائے عرب میں ایک لمبے عرصہ تک جہالت و ناخواندگی کا دور دورہ رہا۔ عثمانی امپراطوری دور حکومت میں سیکڑوں ہزار مخطوطات عرب سے ترکستان منتقل کر دیئے گئے، عربی دنیا کے بڑے حصے پر اس حکومت کا اثر و رسوخ قائم تھا، اور مغربی انسٹی ٹیوٹ کے زیر سایہ مستشرقین اور مغربی سیاحوں نے بیش قیمت مخطوطات کو یورپ منتقل کرنے کا کام سرانجام دیا، اسی بنا پر بہت سارے علماء جن کے پاس کچھ مخطوطات تھے یورپین کے ہاتھوں فروخت کر دینے پر مجبور ہو گئے۔

ریسرچ نے اسلامی مخطوطات کی نگرانی و دیکھ ریکھ اور انکی فہرستوں کی مطبوع شکل میں نشر و اشاعت کے سلسلے میں متعدد مغربی و مستشرق علماء کی جانب سے کی جانے کاوشوں اور خدمات کو کافی سراہا ہے اور تعریفی کلمات کہے ہیں، اس سلسلے میں المانی مستشرق بروکلن (Brokman) کی خدمات سرفہرست ہیں کہ جس نے ان مخطوطات کی ایک جامع، شامل اور ہمہ گیر فہرست تیار کر کے شائع کی ہے، جو دنیا کے مختلف خطوں میں دستیاب ہے، اور ”فواد مزکین“ نامی شخص نے بھی پہلی چار صدیوں کے مخطوطات کو بچا کر رکھا ہے، یہ وہی مخطوطات ہیں جو اسلامی تہذیب و ثقافت کے زمانہ عروج و ارتقاء کا خاکہ پیش کرتے ہیں۔ (بشکریہ ”الفرقان“ کویت) ☆☆

اخبار جامعه

جامعه سلفيه بنارس ميں سعودى عرب كے ملحق ثقافى برائے ھندكى تشرىف آورى اور مكتبه ندوة الطلبة كے مقر جدىء كا افتتاح

١٥ ءسمبر ٢٠٠٩ء بروز منگل جامعه سلفيه بنارس ميں سعودى عرب كے ملحق ثقافى برائے ھند فضيلة الشىخ ءاكتر ابراھيم بن محمد البطشان حفظه الله وتولاه كى بوقت صبح نوبت كے تشرىف آورى ھوئى، اساتذہ جامعه وارا كين نے آپ كا پرتپاك استقبال كيا، اس مبارك موقع پر ناظم اعلىٰ جامعه سلفيه مولانا عبداللہ سعود عبدالوھىء سلفى حفظه الله نے درج ذيل پروگرام كا انعقاد كيا۔

(١) مكتبه ندوة الطلبة كے مقر جدىء كا افتتاح

(٢) استقباليه پروگرام

مھمان گرامى جناب ءاكتر ابراھيم بن محمد البطشان حفظه الله نے سب سے پہلے ذمہ داران جامعه كى رفاقت ميں جامعه كے شعبه جات، فصول دراسيه، دار التليف والترجمه، دار الافتاء، سنٹرل لائبريرى اور مطبع و مكتبه تجاريه كا معائنہ كيا اور خوشى و مسرت كا اظھار فرمايا۔

جناب ءاكتر البطشان صاحب نے طے شدہ پروگرام كے مطابق مكتبه ندوة الطلبة كے مقر جدىء كا اپنے دست مبارك سے افتتاح كيا، اس افتتاحى پروگرام كے موقع پر طلبه نے مھمان گرامى كا پر جوش استقبال كرتے ھوئے اس نئے مقر كى ضرورت و افاديت پر روشنى ڈالى، اور مھمان گرامى جناب ءاكتر البطشان صاحب نے طلبه كو تعليمى ميدان خصوصاً عربى زبان و ادب ميں مھارت پيدا كرنے پر زور ديا اور اس كے لئے نصائح و مشورے سے بھى نوازا۔

اس كے بعد آپ كے لئے جامعه كے سيمينار ھال ميں ايك استقباليه پروگرام منعقد كيا گيا جس ميں تمام طلبه، اساتذہ، شھر سے آئے ھوئے معزز مھمانان و ذمہ داران جامعه شريك رہے۔

پروگرام كا آغاز طالب علم عزيز الرحمن كى تلاوت كلام پاك سے ھوا، اس كے بعد مھمان خصوصى كے لئے ترانہ جامعه پيش كيا گيا، پھر عبدالرحمن محمد يونس نے علم كى اھميت و فضيلت پر تقرير كى۔

اس كے بعد محترم ناظم اعلىٰ صاحب نے مھمان خصوصى كے لئے ترصيحى كلمات پيش كئے جس ميں آپ نے مھمان كو خوش

آمدید کہا، اور مملکت سعودی عرب کے ساتھ جامعہ کے روابط اور خدمات کو تفصیل سے بیان کیا اور مہمان گرامی کی اس زیارت کو بھی اسی کی ایک کڑی قرار دیا اور ہدیہ تشکر پیش کیا۔

بعدہ مہمان گرامی جناب ڈاکٹر ابراہیم بن محمد البطشان نے سامعین کو خطاب کیا، آپ نے تقریر و تحریر میں فصاحت و بلاغت کی اہمیت و افادیت کے موضوع پر روشنی ڈالی اور چند بنیادی گرہیں بتلائے، جس سے سامعین محظوظ ہوئے۔

اس کے بعد ناظم جلسہ فضیلۃ الشیخ مولانا اسعد اعظمی حفظہ اللہ نے اختتام مجلس کا اعلان کیا۔

بعد نماز ظہر مہمان گرامی نے تناول ماحضر فرمایا اور اس دوران بھی ذمہ داران کے ساتھ جامعہ کی ترقی کے موضوع پر تبادلہ خیال فرماتے رہے اور مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

دوران قیام آپ نے شہر بنارس کے بعض تاریخی مقامات کی سیر بھی کی۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اساتذہ مدارس کے تربیتی پروگرام میں جامعہ سلفیہ کی نمائندگی

اسلامی مدارس کے اساتذہ کرام کی علمی و فنی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے لئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں وقتاً فوقتاً تربیتی پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں، اسی سلسلے کا ایک پروگرام گذشتہ ماہ نومبر میں ۱۷ تا ۲۶ نومبر منعقد ہوا، یہ دس روزہ تربیتی کورس یو. جی. سی. اسٹاف اکیڈمی کالج، اے. ایم. یو. علی گڑھ کی سرپرستی اور ملاپ ٹرسٹ نئی دہلی کے تعاون سے منعقد ہوا، جس میں مختلف مدارس و جامعات کے منتخب اساتذہ کرام نے شرکت کی اور استفادہ کیا، پروگرام میں قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، طرق تدریس، ادیان و مذاہب، عربی زبان و ادب وغیرہ موضوعات پر محاضرے ہوئے، یونیورسٹی کی دعوت پر جامعہ سلفیہ بنارس کے استاد شیخ اسعد اعظمی نے بحیثیت محاضر پروگرام میں شرکت فرمائی، اور بتاریخ ۲۰ نومبر درج ذیل موضوعات پر آپ کے تین محاضرے ہوئے:

پہلا محاضرہ: فن جرح و تعدیل اور اسماء الرجال: ایک تعارف

دوسرا محاضرہ: صحیح اور ضعیف احادیث کا تعارف اور عملی نقاط

تیسرا محاضرہ: طریقہ تدریس حدیث

ہر محاضرہ کے بعد متعلقہ موضوع سے متعلق شرکاء کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

پروگرام کے ڈائریکٹر پروفیسر عبدالرحیم قدوائی اور کورس کوآرڈینیٹر ڈاکٹر ضیاء الدین ملک فلاحی (شعبہ اسلامیات اسٹڈیز) تھے۔ فلاحی صاحب نے اس پروگرام کے نظم و ترتیب اور محاضریں و شرکاء کی ضیافت و تکریم پورے خلوص اور دلچسپی سے کی اور یہ اہم تربیتی کورس ہر ناجیہ سے کامیاب رہا۔

(ادارہ)

ندوة الطلبة (جامعه سلفيه) كا انتخاب جديد

بتاريخ ١٨ شوال ١٤٣٠ھ مطابق ٨ اكتوبر ٢٠٠٩ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء انجمن ندوة الطلبة جامعه سلفيه كا انتخاب جديد جامعه كي عاليشان مسجد ميں زير صدارت شيخ الجامعة فضيلة الشيخ مولانا نعيم الدين صاحب مدني حفظه الله اور ديكر اساتذہ كرام كي موجودگي ميں حسب ذيل عمل ميں آيا:

خالد اشرف عبدالواحد ف ٣	صدر	عزيز الرحمن مجيب الرحمن ف ٣	نائب صدر
راشد حسن فضل حق ف ٢	ناظم	ثروان نعيم نعيم اختر ف ٢	نائب ناظم
مبارك حسين محمد عمر ف ٢	مدير مجله المنار	محمد اسلم اكبر علي ف ٢	نائب مدير
عبيد الله نفيس عبدالمبين ف ٣	امين لجنه الثقافة	خير الاسلام بحر الحق ف ٢	نائب امين لجنه الثقافة
سيف الرحمن عبدالرشيد ف ١	خازن	عبد الحميد عبدالستار	محاسب

اس ك علاوہ حفلة الخطابہ ك تقريري انجمن ك لئى تين طلبه شعبه عربى اور تين طلبه شعبه اردو ك لئى امين منتخب ك گئے:

شعبه عربى ك امين الخطابہ	شعبه اردو ك امين الخطابہ
عبدالواحد محمد لقمان ف ٣	افتخار عالم محبوب عالم ف ٣
اسامہ احمد صغير احمد ف ٣	مامون مظہر محمد مظہر ف ١
مختار احمد محمد اسحاق ف ٣	ضياء الرحمن انوار احمد ف ١

علاوہ ازیں امين دارالكتب محمد منت اللہ ف ٣، اور ان ك نائب محمد زبير ف ٢، مع ٥ ارکان ك منتخب ہوئے، اور امين دارالانخبار كي ذمہ داري ك لئى شفيق عالم ف ٣، اور اس كي نيابت عبدالشكور ف ٣ ك سونپي گئي، اور ان ك ساتھ ٥ ارکان كا انتخاب عمل ميں آيا۔ (ادارہ)

آل انڈيا مسابقيه تحفيظ قرآن كريم و تفسير ميں مدرسہ احمدية سلفيه آرہ ك طلبه كي نماياں كامياں

مرکزي جمعيت اہل حديث ہند ك زير اہتمام ٢٣ و ٢٤ اكتوبر ٢٠٠٩ء كو دہلي ميں منعقدہ آل انڈيا مسابقيه تحفيظ قرآن كريم و تفسير ميں امسال بھي طلبہ مدرسہ احمدية سلفيه آرہ ك بھار كے ايك نے شركت كي، اور طلبہ نے نماياں كامياں حاصل كي ہي۔ اس پرمسرت موقع پرمدرسہ احمدية سلفيه آرہ ك سكريري جناب ضياء الحسن آروى اور مساعدا ناظم جناب انور علي آروى حفظہما اللہ نے مدرسہ ك جملہ اراكين واساتذہ كرام كو مباركباد دي ہي اور مسابقيه ميں شركت كرنے والے طلبہ ك سنبھري مستقبل ك لئى دعا كي ہي۔ (مدير تعليم مدرسہ احمدية سلفيه)

باب الفتاوی

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:
ماہ محرم کیا ہے، اور کیا اس میں عبادت کی کوئی خاص فضیلت ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیں۔
الجواب بعون اللہ الوہاب وھو الموفق للصواب:

صورت مسئلہ میں واضح ہو کہ ابتدائے آفرینش ہی سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں چار حرمت والے مہینے ہیں، جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب قرآن حکیم میں اس کی وضاحت کر دی ہے، ملاحظہ فرمائیں: ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقِيمَ فَلَا تَظْلَمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ (التوبة: ۳۶) یعنی مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار حرمت و ادب کے ہیں، یہی درست دین ہے، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

اب رہی یہ بات کہ حرمت و ادب کے وہ چار مہینے کون کون سے ہیں، تو ان کی تعیین حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت سے ہو جاتی ہے کہ اللہ کے رسول محمد ﷺ نے فرمایا: ”السنة اثنا عشر شهرا منها اربعة حرم: ثلاثة متواليات: ذو القعدة، و ذو الحجة، والمحرم، و رجب مضر الذي بين جمادى و شعبان“۔ (صحيح البخارى، كتاب التفسير، باب سورة التوبة)

ان دونوں نصوص قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ محرم ایک عظیم الشان اور مبارک، اور حرمت و ادب کے چار مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے۔ ہر انسان کو اس مہینہ کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے ظلم و ستم اور گناہ سے باز رہنا چاہئے۔

ایک دوسری بات جو اس مہینہ کے سلسلے میں کہی جاسکتی ہے، کہ یہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ یعنی ہجری سن اسی مہینہ سے شروع ہوتا ہے، ہجری سن کا استعمال رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نہیں تھا۔ بلکہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں شروع ہوا، اس سے پہلے لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہجرت اور وفات کے درمیانی سالوں کو خاص خاص ناموں سے موسوم کرتے تھے۔ مثلاً ہجرت کے بعد والے پہلے سال کو ”سنة الإذن بالرحيل“ دوسرے کو ”سنة الأمر بالقتال“ تیسرے کو ”سنة التمحيص“ چوتھے کو ”سنة الترفئة“ پانچویں کو ”سنة الزلزال“ چھٹے کو ”سنة الإستيناس“

ساتویں کو 'سنة الاستغلاب' وغیرہ سے یاد کیا کرتے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس سے سالوں کا تسلسل قائم رہنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت کا اھم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کی طرف توجہ دلائی تو امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ وغیرہ کے مشورہ سے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے واقعہ کو اسلامی سنہ کی ابتداء قرار دیکر اسلامی سالوں کا شمار شروع کیا۔ (فتح الباری کتاب المناقب۔ رحمة للعالمین و دیگر کتب حدیث و سیر)

اس لئے اس مہینہ کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ قرار دیئے جانے کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کی سر بلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

اس مہینہ میں نفی روزوں کی بڑی فضیلتیں احادیث صحیحہ میں بیان کی گئی ہیں۔ ذیل میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱- حضرت ابو ہریرہؓ مروی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ رمضان کے روزوں کے بعد کون سا روزہ افضل ہے؟ اور فرض نمازوں کے بعد کون سی نماز افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم، وأفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل۔" (صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب فضل صوم المحرم ج: ۱۱۳۶، ابوداؤد، باب فی صوم المحرم) یعنی رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزے ماہ محرم کے روزے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز (تہجد کی نماز) ہے۔

۲- حضرت ابوقادہؓ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں یہ نکتہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صوم عاشوراء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "يكفر السنة الماضية" یعنی یوم عاشوراء کا روزہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ (مسلم، باب استحباب صيام ثلاثة أيام في كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء والاثنين والخميس ج: ۱۱۶۲، ابوداؤد، باب فی صوم الدهر) یعنی حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کسی ایک دن کو دوسرے دنوں پر فوقیت دیتے ہوئے اس کے روزے کا قصد کرتے ہوں سوائے یوم عاشوراء کے اور سوائے ماہ رمضان کے۔

۳- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ما رأيت النبي ﷺ يتحرى صيام يوم فضله على غيره الا هذا اليوم عاشوراء، وهذا الشهر يعني شهر رمضان۔ (صحیح البخاری باب صيام عاشوراء ج: ۲۰۰۶، مسلم ج: ۱۱۳۲)

۴- حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: قریش زمانہ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ

بھی جب تک مکہ مکرمہ میں رہے عاشوراء کا روزہ رکھتے رہے، پھر جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بھی آپ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی حکم دیا، مگر جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو آپ ﷺ نے اس کا اہتمام ترک کر دیا اور فرمایا اب جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم، باب صیام عاشوراء ح: ۲۰۰۱، صحیح مسلم ح: ۱۱۲۵)

۵- حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو کھا چکا ہو تو وہ دن کے باقی حصہ میں کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے نہ کھایا ہو اسے روزہ رکھ لینا چاہئے، کیونکہ آج عاشوراء کا دن ہے۔ (متفق علیہ) (بخاری کتاب الصوم، مسلم کتاب الصوم)

۶- اسی طرح کی بات حضرت ربیع بنت معوذہؓ کی حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے، ملاحظہ ہو (صحیح البخاری، باب صوم الصبیان، و مسلم باب صوم یوم عاشوراء ح: ۱۱۳۶)

۷- حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا لوگوں نے ایک بار آنحضرت ﷺ سے کہا کہ اس دن کو یہود و نصاریٰ بڑی اہمیت دیتے ہیں، (مطلب یہ تھا کہ آپ تو ہمیں ان کی مخالفت کا حکم دیتے ہیں اور یوم عاشوراء کے معاملہ میں موافقت ہو جا رہی ہے) (مرعاة المفاتیح ج ۳/۲۷۲) تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ سال اگر اللہ نے چاہا تو ہم نوے سال کو بھی روزہ رکھیں گے۔ راوی حدیث حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہی کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ انتقال فرما گئے۔ (مسلم، کتاب الصیام، باب ای یوم الصیام فی عاشوراء، رقم الحدیث: ۱۱۳۴)

اس لئے یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرتے ہوئے یوم عاشوراء یعنی دسویں محرم کے ساتھ ساتھ نوے محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہئے۔ ان احادیث صحیحہ کے علاوہ اور بھی بہت ساری احادیث اس معنی و مفہوم کی موجود ہیں جن سے روزے کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اور ماہ محرم میں اس عمل (روزہ رکھنے) کے علاوہ جتنے اعمال دین کے نام پر کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب خرافات بدعات اور محدثات ہیں، شریعت مطہرہ سے ان اعمال کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے، آمین۔

ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم وا حکم
حررہ: ابو عفان نور الہدی عین الحق سلفی مالدی
جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

الجواب صحیح
عبد السلام مدنی
جامعہ سلفیہ بنارس